© rasailojaraid.com

عزیمت و رخصت کے شرعی احکام

جناب مولانا مبشر احمد جامعہ مدنیہ لاہور

احکام مشروعہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عزیمت۔ (۲) رخصت:

عزیمت کا لغوی معنی
عَزَمَ عَزْمًا وَ عَزِيْمَةً (ض) پختہ ارادہ کرنا: العزیمۃ جمع عَزَائِمُ اسی سے عَازِمٌ اپنے عزم پر قائم رہنے والا۔ ہمت: صبر کرنا۔

وہ عمل جس کو اس کی خوبی اور عزیمت کی بنا پر ہر ایک کو کر لینے کا پختہ ارادہ کر لینا چاہیے۔ (لغات القرآن ج ۴ ص ۲۸۷)

رخصت کا لغوی معنی
رَخُصَ رُخْصًا (کرم) سستا ہونا: اَلرُّخْصَةُ: تخفیف کرنا آسانی کرنا۔ وسعت کرنا۔[2]

عزیمت کی تعریف
وھی فی احکام الشرع اسم لما ھو اصل منھا غیر متعلق بالعوارض۔

ترجمہ: عزیمت احکام شرع میں ان احکام اصلیہ کو کہتے ہیں جن کا عوارض کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ یعنی وہ احکام جو عام انسانوں کے لیے ان کے عام حالات کے اعتبار سے ہوں۔ اور انکی بنیاد عوارض و اعذار پر نہ ہو۔[3]

---

[1] المنجد اردو دار الاشاعت کراچی ص ۶۵۰

[2] ایضاً ص ۳۷۶

[3] حسامی ص ۵۷ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند توضیح ص ۶۱۲۔ اصول فقہ ص ۳۴ مولانا عبید اللہ اسعدی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲ - العزیمۃ ما شرع من الاحکام الکلیۃ ابتداءً [۱]

ترجمہ: عزیمت ان احکام کلیہ کا نام ہے جو ابتداءً مشروع ہوں:

کلیۃً کا مطلب ہے کہ جو سب مکلفین کے ساتھ سب حالات میں نافذ ہوں ایسا نہ ہو کہ ان احکام کا بعض کو مکلف بنایا جائے اور بعض کو نہ بنایا جائے اور بعض حالات میں عمل کیا جائے اور بعض حالات میں عمل نہ کیا جائے۔ اور ابتداءً کا مطلب ہے کہ شارع نے اس حکم کو پہلی مرتبہ کرنے کا حکم دیا ہو۔ اس سے قبل اس کے بارے میں کوئی حکم نہ دیا گیا ہو۔ جیسے نماز اور روزہ وغیرہ علی الاطلاق اور علی العموم ہر شخص پر ہر حالت میں واجب ہیں۔

۳ - ما لم یتغیر من العسر الی الیسر بل حکم ابتداءً [۲]

ترجمہ: وہ حکم جو تنگی سے آسانی کی طرف تبدیل نہ کیا گیا بلکہ ابتدائی حکم ہو۔

وجہ تسمیہ عزیمت کو عزیمت اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مکلف اس امر کا عزم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا معبود و الٰہ ہے اور ہم اس کے بندے ہیں ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ اس کی نافرمانی کریں وہ قادر و مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو حکم دے۔ دے سکتا ہے ہم پر لازم ہے کہ ہم من وعن اس کے حکم پر عمل کریں۔ یعنی شارع کی حقیقی منشاء و مراد کو تاکیدی طور پر پورا کرنا جیسے قرآن مجید میں ہے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ [۳]

ترجمہ: آپ صبر کیجئے جیسے اور ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا۔

یعنی تبلیغ احکام میں برابر اس طرح جد وجہد کرتے رہے کہ نہ کوئی روکنے والا انہیں روک سکا۔ اور نہ جھکانے والا جھکا سکا اور حق تعالیٰ سبحانہ نے جو کچھ ان سے عہد لیا تھا اور بالواسطہ یا بلا واسطہ جو کچھ ان کے حق میں قضاء و قدر کا فیصلہ فرما دیا تھا اس پر ثابت قدم رہے [۴]

---

[۱] امام ابو اسحاق الشاطبی ۔ الموافقات ج اول ص ۳۰۰

[۲] مسلم الثبوت ص ۴۷

[۳] سورۃ احقاف : ۳۵

[۴] روح المعانی ج ۴ ص ۴۸۴ ۔ الموافقات ج اول ص ۳۰۵ طبع مصر مطبع منیریہ ۔ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۱۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

او لوالعزم نوح والخلیل الممجد
وموسیٰ وعیسیٰ والحبیب محمّد

ترجمہ: پختہ عزم رکھنے والے حضرت نوح حضرت ابراہیم خلیل اللہ جو صاحب شرف وعظمت ہیں اور حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور محبوب خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قرآن مجید میں لفظ عزم کا استعمال

(۱) اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ[۱]

ترجمہ: بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔

(۲)۔ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ[۲]

ترجمہ: البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کیا بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔

(۳)۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا[۳]

ترجمہ: اور ہم نے تاکید کر دی تھی آدم کو اس سے قبل پھر وہ بھول گیا۔ اور ہم نے اس کا قلبی قصد نہ پایا۔

(۴)۔ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ[۴]

ترجمہ: حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنی ہے پس جب تاکید ہو کام کی پس اگر سچے رہیں اللہ تعالیٰ سے تو ان کا بھلا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے جب کسی کام کا حکم دیا تو اسکو تاکیدی طور پر کرنے کا پختہ عزم کیا۔

(۵)۔ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ[۵]

ترجمہ: اگر انہوں نے طلاق کا پختہ ارادہ کر لیا۔

---

[۱] لقمٰن: ۱۷ الاحقاف ۲۶/۳
[۲] الشوریٰ: ۴۳
[۳] طٰہٰ ۱۶/۱۵
[۴] محمد ۲۶/۷
[۵] البقرہ ۲/۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رخصت کی تعریف

(۱) والرخصة اسم لما بُنِي على اعذار العباد[۱]

ترجمہ: رخصت ان احکام کا نام ہے جو مخصوص احوال اور عوارض واعذار کی بنا پر مخصوص افراد سے متعلق ہوں۔

۲۔ والرخصة ما وسع المكلف فعله لعذر مع قيام السبب المحرم[۲]

ترجمہ: رخصت وہ حکم ہے جس میں بوجہ عذر کے مکلف کو اس کام کے کرنے کی وسعت دی گئی ہو اگرچہ اس پر حرام کرنے والا سبب موجود ہو۔

۳۔ اما الرخصة فما شرع لعذر شاق[۳]

ترجمہ: رخصت وہ حکم ہے جس کو مشقت میں ڈالنے والے عذر کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہو۔

یعنی اس کو ایسے اصل کلی سے مستثنیٰ کیا گیا ہو جو منع کا تقاضہ کرتا ہو۔

۴۔ وقد يطلق لفظ الرخصة على ما وضع عن هذه الامة من التكاليف الغليظة والاعمال الشاقة[۴]

ترجمہ: کبھی لفظ رخصت کا اطلاق ان سخت تکالیف اور مشقت والے اعمال پر ہوتا ہے جو اس امت سے ساقط کر دیے گئے ہیں۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ[۵]

۱۔ حسامی ص ۵۸

۲۔ ایضاً

۳۔ امام ابو اسحاق الشاطبی الموافقات ج اوّل ص ۳۰۱

۴۔ ایضاً ص ۳۰۴

۵۔ الاعراف ۱۵۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: اور اس بوجھ سے لوگوں کو نجات دلائے گا اور ان پھندوں سے نکالے گا جن میں وہ دبے اور پھنسے ہوئے ہیں۔

اِصر: اور اغلال :سے مراد شریعت موسوی و شریعت عیسوی کے وہ خود ساختہ اعمال ہیں جن میں معمول سے زیادہ مشقت اٹھانی پڑتی تھی مثلاً ناقابل عمل و ناقابل فہم عقیدوں کا بوجھ۔ اور وہم پرستیوں کا انبار اور راہبوں کی ناجائز اطاعت شعاری اور عالموں کی بے جا تقلید وغیرہ کے بوجھوں سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نے ان سے نجات دلائی [1]

وفی روایۃ کقتل النفس فی التوبۃ وقطع الاعضاء الخاطئۃ و عدم جواز صلوتهم فی غیر المسجد وعدم التطهیر بالماء وحرمۃ اکل الصائم بعد النوم ومنع الطبیات عنهم بالذنوب وکون الزکوۃ ربع مالهم وکتابۃ ذنب اللیل علی الباب بالصبح وقرض الثوب والجلد اذا اصابہ نجاسۃ واحراق الغنائم وتحریم السبت وغیرهم [2]

ترجمہ: ایک روایت میں "اغلال اور اصر" کی تفسیر میں لکھا گیا ہے کہ توبہ میں اپنے آپ کو قتل کرنا اور جس عضو نے خطا کی ہے اس کو کاٹنا اور مسجد کے بغیر نماز کا ناجائز ہونا اور پانی کے بغیر پاک نہ ہونا۔ اور روزہ دار کو سونے کے بعد کچھ نہ کھانا اور گناہوں کی وجہ سے حلال چیزوں کا حرام ہو جانا اور چوتھائی مال کی زکوۃ نکالنا۔ اور رات کا گناہ صبح کو دروازے پر لکھا ہوا ہونا۔ اور بدن یا کپڑا جب ناپاک ہو جائے تو اس کا کاٹنا اور مال غنیمت کو جلا دینا۔ اور ہفتہ کے دن شکار کا منع ہونا وغیرہ وغیرہ۔

یہ وہ بوجھ ہیں سابقہ امتوں کے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت سے ساقط کر دیے ہیں۔

۵۔ وتطلق الرخصۃ ایضا علی ما کان من المشروعات توسعۃ علی العباد مطلقاً [3]

---

[1] ترجمان القرآن ج ۲ ص ۹

[2] حسامی مع النظامی ص ۶۲

[3] امام ابو اسحاق الشاطبیؒ الموافقات ج اول ص ۳۰۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: کبھی رخصت کا اطلاق ان احکامات پر بھی ہوتا ہے جو بندوں پر توسعۃً (اباحاً اور جوازاً) مشروع کیے گئے ہیں۔

عزیمت و رخصت میں فرق فالعزیمۃ ھو امتثال الاوامر و اجتناب النواھی علی الاطلاق والعموم کانت الاوامر وجوبًا والنواھی کراھۃ او تحریمًا والاذن فی نیل الحظ الملحوظ من الجھۃ العبد رخصۃ فالعزائم حق اللہ علی العباد والرخص حظ العباد من لطف اللہ[1]

ترجمہ: پس عزیمت مطلقاً اوامر پر عمل کرنا اور نواہی (ممنوع اشیاء) سے پرہیز کرنا ہے خواہ امر وجوبی ہو یا امر مستحب۔ اور نہی مکروہ ہو یا حرام۔ اور رخصت بندے کی مجبوری کی بنا پر اوامر و نواہی پر عمل نہ کرنے کی اجازت کا نام ہے گویا کہ عزائم اللہ کا حق ہے اور رخصتیں اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور نرمی کا نام ہے۔

فقہاء کی چند اصطلاحیں اب قارئین کی خدمت میں فقہاء کی وہ اصطلاحیں ذکر کی جاتی ہیں جن کو مستحضر رکھنے سے عزیمت و رخصت کے احکام کا سمجھنا سہل ہو جاتا ہے۔

احکام کی اقسام احکام کی دو قسمیں ہیں
(۱) احکام تکلیفیہ (۲) احکام وضعیہ۔

حکم کی تعریف اللہ تعالیٰ کا خطاب جو مکلفین کے افعال سے متعلق ہو اور اس کے ذریعہ یا تو ان سے کسی کام کے کرنے کا مطالبہ کیا جائے خواہ مطالبہ لازمی ہو یا غیر لازمی یا کسی کام کے کرنے کا اختیار دیا جائے یہ تعریف اصولیین کے نزدیک ہے مگر فقہاء بایں الفاظ تعریف کرتے ہیں کہ اعمال کے اوصاف جو دلائل سے ثابت ہوتے ہیں جیسے وجوب یا حرمت وغیرہ[2]

---

[1] الموافقات ج۱: ص ۳۰۶

[2] التوضیح ص ۱۴ نور الانوار ص ۲۶۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکم تکلیفی | جسے کرنے یا نہ کرنے کا مطالبہ یا اختیار ہو۔

حکم وضعی | جو کسی حکم کے ثبوت یا عدم ثبوت کا باعث ہو۔

تعریف تکلیف | ایسے کام کا مطالبہ کرنا جس کے انجام دینے میں مشقت ہو۔

ارکان تکلیف | (الف) مُکلِّف (بکسر اللام) یعنی حاکم ۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔

(ب) مُکلَّف (بفتح اللام) یعنی محکوم علیہ جس کو حکم دیا گیا ہے۔

(ج) مُکلَّف بہ: یعنی محکوم فیہ جس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔

غرض تکلیف | دنیا و آخرت میں انسان کے احوال کا سدھارنا اور آخرت کے حق میں عذر کو ختم کر کے اتمام حجّت کرنا[1]

شرائط تکلیف | مکلّف تکلیف کا اہل ہو۔

تعریف اھلیت | انسان کے اندر اس صلاحیت کا پایا جانا کہ اس سے صادر ہونے والے افعال و اقوال کا شریعت اعتبار کرے۔ اور ان پر احکام مرتب ہوں[2] (۲) بالغ ہونا۔

(۳) دلیل تکلیف سے واقف ہونا خواہ فی الحال واقفیت ہو یا بعد میں خواہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ

(۴) مسلمان ہونا ۔ (۵) آزاد ہونا۔ (۶) مراد ہونا: (بعض احکام کے حق میں)[3]

موانع تکلیف | جنہیں عموماً عوارض سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تعریف: وہ اوصاف جو کسی اعتبار سے اہلیت تکلیف پر اثر انداز ہوں (اور عام اشخاص و احوال کے لیے شریعت نے جو احکام رکھے ہیں ان میں تغییر کا باعث ہوں[4]

اقسام عوارض | عوارض کی دو قسمیں ہیں (۱) اختیاری۔ (۲) غیر اختیاری۔

اختیاری عوارض | (عوارض اختیاری) یعنی وہ موانع جن کے پائے جانے میں خود انسان

---

[1] المدخل ص ۱۵/۱۴ اصول فقہ ص ۲۲ الشاطبی ج ۲ ص ۷۵

[2] حسامی ص ۱۳۹ نور الانوار ص ۲۸۳

[3] توضیح ۶۴۲ : اصول فقہ ص ۲۵ الموافقات للشاطبی ج ۲ ص ۷۲

[4] قمر الاقمار ۲۸۲ ۔ نظامی ۱۴۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا داخل ہو وہ حسب ذیل ہیں (۱) نشہ ۔ (۲) سفہ (لاابالی پن کہ عقل کے باوجود یہ خیال نہ کرنا کہ کیا کہہ رہا ہے ۔ اور کہاں خرچ کر رہا ہے) ۔(۳) جہل ۔ (۴) ہزل (مذاق کہ کسی کلام سے نہ تو حقیقی معنی مراد ہوں نہ مجازی بطور ہنسی اور دل لگی کے اس کو اختیار کیا جائے) (۵) خطا اور غلطی (ارادہ کے خلاف کسی کام کا ہوجانا یعنی آدمی چاہے کچھ ہو جائے کچھ) ۔(۶) اکراہ ۔(۷) سفر

غیر اختیاری موانع وعوارض

وہ حسب ذیل ہیں : (۱) جنون (عقل نہ ہونا) (۲) خبط الحواسی (کہ کچھ اچھا کرے اور کچھ برا کرے) (۳) غشی۔

(۴) کم عمری ۔ (۵) مرض الموت ۔ وہ مرض جس میں آدمی مر جائے یا حالت صحت میں کرنے والے کاموں سے عاجز آجائے (۶) موت ۔ (۷) غلامی) (۸) نسیان (۹) حیض ونفاس لے

وضع شریعت کا مقصود

ان وضع الشرائع انما هو لمصالح العباد فی العاجل والاٰجل مثلا بعد اٰیة الوضوء

مایرید الله لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطهرکم ولیتم نعمته علیکم وفی الصیام کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون وفی الصلوة ان الصلوة تنهی عن الفحشاء والمنکر وفی القصاص ۔ ولکم فی القصاص حیاة یا ولی الالباب ٢ه

ترجمہ : شریعتوں کی وضع دنیا اور آخرت میں انسانوں کی مصلحتوں اور فائدوں کے لیے ہے مثلاً آیت وضو کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر حرج اور تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے اور تم پر اپنی نعمتوں کو مکمل کرنا چاہتا ہے ۔
اور روزے کی آیت میں فرمایا کہ تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسے کہ تم سے قبل امتوں پر فرض کیا گیا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ ۔ اور نماز کی آیت میں فرمایا کہ نماز

لہ کشف الاسرار ج ۴ ص ۲۶۲ ۔ التوضیح ۴ ۶۵

٢ه الشاطبی موافقات ج ۲ ص ۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برائیوں اور بے حیائیوں سے روکتی ہے ۔ اور قصاص میں فرمایا کہ تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے عقل والو ۔

مقاصد شریعت تکلیف شریعت سے مقصود اس کے مقاصد کی حفاظت ہے اور مقاصد شریعت تین قسم پر ہیں ۔ (۱) ضرورات ۔ (۲) حاجات (۳) تحسینات ۔

تعریف ضرورت ضرورات جمع ہے ضرورت کی ۔ ضرورت وہ حالت جس میں عام حالات کے احکام پر عمل کی صورت میں ضیاع جان کا یقین ہو یا جلد اسکی نوبت آجانے کا غالب گمان ہو تو اب ضرورت وہ امور ہوں گے جن سے انسانی زندگی اور انسانی معاشرہ کے بقا کی خاطر کسی طرح صرف نظر ممکن نہ ہو اصولاً اس کے تحت پانچ چیزوں کی حفاظت آتی ہے ۔ دین ۔ جان ۔ نسل ۔ عقل ۔ مال ، مثلاً جہاد دین کی حفاظت کے لیے ۔ قصاص جان کی حفاظت کے لیے زنا کی سزا نسل کی حفاظت کے لیے ۔ شراب کی حد عقل کی حفاظت کے لیے ۔ چوری کی حد مال کی حفاظت کے لیے ہے ۔

امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی کی تشریح قال لابد منها في قيام مصالح الدين والدنيا بحيث اذا فقدت لم تجر مصالح الدنيا على استقامة بل فساد وتهارج وفوت حياة وفي الاخرة فوت النجاة والنعيم والرجوع بالخسران المبين [1]

ترجمہ : ضرورات میں دینی اور دنیاوی مصلحتوں کا قائم ہونا ضروری ہے بایں حیثیت کہ جب ان میں سے کوئی ایک چیز بھی معدوم ہو جائے تو مصالح دنیا درست نہ رہ سکیں بلکہ فساد اور ہلاکت جان کا خطرہ پیدا ہو جائے اور آخرت میں نجات اور نعمتیں حاصل نہ ہو سکیں اور نامراد اور خاسر ہو کر لوٹے ۔

---

[1] الموافقات ج ۲ ص ۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصلحت کی تعریف کسی منفعت کی تحصیل یا تکمیل یا کسی مضرت و تنگی کے ازالہ یا تخفیف کی وہ صورت جو شارع کے مقصود کی رعایت و حفاظت پر مبنی ہو۔[1]

اہمیت مصلحت شریعت کے تمام احکام کی بنیاد مصالح پر ہے اور حالات و ضرورات کی ایک ہی صورت نہیں ہوتی بلکہ بدلتی رہتی ہے اور اس کے تقاضے بھی بدلتے رہتے ہیں مصلحت ہی حکم و مطالبہ کا مدار ہے جس کام میں مصلحت ہے وہ مطلوب اور جو مصلحت سے خالی ہو وہ مذموم ہوتا ہے خواہ مصلحت دنیا کی ہو یا آخرت کی خواہ بندہ اسے سمجھے یا نہ سمجھے[2]

دوسری قسم حاجات وہ امور جن سے ایک درجہ مشقت کے ساتھ صرف نظر ممکن ہو۔ حاجات اور ضروریات میں فرق یہ ہوا کہ ضروریات کا مبنیٰ موجودہ حالات کے پیش نظر یہ غالب گمان ہوتا ہے کہ مستقبل میں اس کی اشد ضرورت پڑ جائے گی شریعت جیسے ضرورت کے مرحلہ میں رخصت دیتی ہے اسی طرح حاجت کے مرحلہ میں بھی رخصت دیتی ہے۔

مثال: اس کے ضمن میں وہ امور آتے ہیں کہ جن سے مالی تنگی دور ہوتی ہے فرائض کی ادائیگی میں مشقت کی کمی ہوتی ہے اور معاملات میں سہولت و آسانی پیدا ہوتی ہے۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح انها مفتقر اليها من حيث التوسعة ورفع الضيق المؤدي في الغالب الى الحرج والمشقة اللاحقة بفوت المطلوب فاذا لم تراع دخل على المكلفين الحرج والمشقة الخ[3]

ترجمہ: حاجیات کی ضرورت محض فراخی پیدا کرنے کے لیے اور تنگی کو اٹھانے

---

[1] المستصفیٰ ج اول ص ۲۸۶ المدخل ص ۳۰۹

[2] توضیح ص ۵۴۸

[3] الموافقات ج ۲ ص ۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ختم کرنے کے لیے پڑتی ہے ایسی تنگی جس میں غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے ایسا حرج اور مشقت پیدا ہوگی جس سے مطلوب فوت ہو جائے گا لیکن وہ مشقت فساد اور ہلاکت کی حد تک نہ پہنچائے

تیسری قسم تحسینیات وہ امور جو انسانی زندگی میں ظاہر و باطن دونوں کے اعتبار سے حسن و خوبصورتی کا ذریعہ بنیں۔

اصولاً اس کے تحت وہ چیزیں آتی ہیں جو عمدہ اخلاق اور اچھی عادات و فضائل کے قبیل سے ہوں: مثلاً طہارت۔ ستر کا ڈھکنا نماز کے لیے مناسب لباس کا پہننا۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح الاخذ بما یلیق من محاسن العادات وتجنب الاحوال المدنسات التی تانفہا العقولات الراجحات الخ[1]

ترجمہ: عمدہ خصلتوں کو اپنانا اور ایسے عیب دار کرنے والے احوال و کردار سے اجتناب کرنا جنہیں عقلمندوں نے نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے؟

اس میں تمام مکارم اخلاق شامل ہیں جیسے عبادات میں ازالہ نجاست و طہارت ثلثہ (کپڑا۔ بدن۔ جگہ) اور ستر عورت وغیرہ اور عادات میں آداب اکل و شرب اور نجس ماکولات و مشروبات سے تجانب۔ فضول خرچی و کم خرچی (اسراف و اقتار) سے پرہیز کرنا: معاملات میں بیع محرمات (حرام چیزوں کی فروخت) سے پرہیز یہ ایسے امور ہیں جو مصالح ضروریہ و حاجیہ کے لیے محض تحسین و تزیین کا کام دیتے ہیں۔

مراتب و باہمی ربط ان اقسام کے مراتب اسی ترتیب سے ہیں جس ترتیب سے انہیں ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی اعلیٰ درجہ ضرورات کا ہے اس سے کم حاجات کا اور اس سے کم تحسینیات کا۔ اگر ادنیٰ کی رعایت میں اعلیٰ کا نقصان ہوتا ہو تو ادنیٰ کو چھوڑ دینے کی رخصت ہے جیسے علاج کے لیے کشف ستر۔ علاج حاجات کے قبیل سے ہے اور ستر عورت

---

[1] الموافقات ج ۲ ص ۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحسینات کے باب سے ہے علاج کے لیے اس کا ترک کرنا جائز ہے۔ تو یوں سمجھیے کہ حاجات ضروریات کے لیے بمنزلہ تتمہ ہیں اور تحسینات حاجات کے تتمہ ہیں۔ ان الحاجات کالتتمة للضروریات وکذا التحسینات کالتکملة للحاجات فان الضروریات هی اصل المصالح[1]

امام شاطبیؒ اس بحث کے اختتام میں خلاصہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اذا ثبت ان الشارع قد قصد بالتشریع اقامة المصالح الاخرویة والدنیویة وذالك علی وجه لا یختل لها به نظام لا بحسب الجزء سواء کان من قبیل الضروریات او الحاجیات او التحسینیات۔

ترجمہ: جب ثابت ہو گیا کہ شارع کا قصد تشریع احکام سے دنیوی اور اخروی مصالح کا قائم اور باقی رکھنا ہے وہ بھی ایسے طریقہ پر کہ ان کے ساتھ نہ کلی طور پر نظام بگڑے اور نہ اُخروی طور پر خواہ وہ ضروریات کے قبیل سے ہوں یا حاجیات اور تحسینات کے قبیل سے ہوں۔

یعنی اگر ان احکام پر عمل کرنے سے نظام زندگی خراب ہوتا ہے اور بگڑتا ہے تو ان پر عمل مشروع نہیں رہے گا کیونکہ شریعت کی وضع اصلاح کے لیے ہے بگاڑ کے لیے نہیں۔

نیز شریعت میں تکلیف بالمشقت کا قصد بھی نہیں کیا گیا۔ یعنی انہیں احکام کا حکم دیا گیا ہے جو انسانی قدرت میں ہوں تکلیف مالا یطاق نہیں دی گئی۔

ثبت فی الاصول ان شرط التکلیف او سببه القدرة علی المکلف به فما لا قدرة علی المکلف لا یصح التکلف شرعًا[2]

ترجمہ: کتب اصول میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ شرط تکلیف یا سبب تکلیف

---

[1] الموافقات ج ۲ ص ۲۵

[2] ایضاً ج ۲ ص ۷۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قدرت مکلّف ہے جن کاموں میں مکلف کو قدرت نہیں ان میں شرعاً اُس کو تکلیف دینا بھی صحیح نہیں ۔ مثلاً

فالاوصاف الذی طبع علیها الانسان کالشهوة الی الطعام والشراب لایطلب برفعها ولا بازالته ماغرز فی الجبلة فانه من تکلیف مالا یطاق کما لایطلب بتحسین ما قبح من خلقة جسمه ولا تکمیل ما نقص فان ذالك غیر مقدور للانسان [1]

ترجمہ : مثلاً وہ اوصاف جو انسانی فطرت میں داخل ہیں جیسے کھانے اور پینے کی خواہش ان کے ازالہ اور ختم کرنے کا مطالبہ انسان سے نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ تکلیف مالایطاق ہے جیسے کہ کوئی انسان بدشکل ہے یا کوئی عضو ناقص تو اس کو نہیں کہا جاتا کہ اپنی شکل کو خوبصورت بناؤ اور اپنے اُس عضو کو کامل کرو ۔ کیونکہ یہ انسانی قدرت سے باہر ہے ۔

وہ اوصاف جو انسانی قدرت میں نہیں ہیں

وہ اوصاف جن کے جلب و دفع پر انسانی قدرت کا کوئی دخل نہیں وہ دو قسم پر ہیں ۔

پہلی قسم احدهما ما کان نتیجة عمل کالعلم والحب فی نحو قوله احبوا الله لما اسدی الیکم من نعمة ۔

ترجمہ : پہلی قسم وہ اشیاء ہیں جو عمل کا نتیجہ ہیں جیسے علم اور محبت جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اس لیے کہ اس نے تم پر نعمتوں کی بارش برسائی ہے ۔

---

[1] الموافقات ج ۲ ص ۷۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری قسم والثانی ما کان فطریًا ولم یکن نتیجة عمل کالشجاعة والجبن والحلم والاناة [1]

ترجمہ: دوسری قسم وہ اوصاف جو فطری اور جبلی ہیں عمل کا نتیجہ نہیں ہیں جیسے بہادری بزدلی۔ حوصلہ وغیرہ۔

پہلی قسم کا حکم پہلی قسم کا حکم یہ ہے اس کی جزاء ہر حال میں ملتی ہے۔

دوسری قسم کا حکم اس میں دو جہتیں ہوتی ہیں:
(۱) یہ کہ وہ شارع کو پسند ہیں یا نہیں۔ (۲) ثواب بھی دیا جائے گا یا نہیں۔

پہلی جہت کے مطابق یہ اوصاف جس میں بھی ہوں وہ اللہ کو پسند ہیں خواہ مومن ہو یا کافر جیسے کہ نبی علیہ السلام نے وفد عبدالقیس کے سردار سے کہا تھا کہ ان فیک لخصلتین یحبهما الله الحلم والاناة۔ تیرے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ (۱) حوصلہ۔ (۲) جلد بازی نہ کرنا۔ دوسری حدیث میں ارشادِ نبوی ہے۔

ان اللہ یحب الشجاعة ولو علی قتل حیة [2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بہادری کو پسند کرتا ہے چاہے سانپ کے مارنے کی ہی ہو۔

وہ اوصاف جو انسانی قدرت میں داخل ہیں وہ اوصاف جو انسانی قدرت میں داخل ہیں مگر مشکل یعنی انکے کرنے میں مشقت ہوتی ہے۔

مثلاً دوران سفر روزہ رکھنا:

حکم اس قسم کا حکم یہ ہے کہ انسان کو نہ تکلیف مالایطاق (جو کام انسان کے بس میں نہ ہو) دی گئی ہے اور نہ تکلیف بالمشاق (جو کام مشقت میں ڈالے) اس پہ قرآن وحدیث سے شواہد موجود ہیں۔

---

[1] الموافقات ج ۲ ص ۷۵

[2] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دلائل قرآنی

(۱)۔ ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم[۱]

ترجمہ: اور وہ اس بوجھ سے انہیں نجات دلائے گا اور انہیں پھندوں سے نکالے گا جن میں وہ دبے اور گرفتار ہیں۔

(۲)۔ ربنا ولا تحمل علینا اصرًا کما حملتہ علی الذین من قبلنا[۲]

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم پر بوجھ نہ ڈال جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔

(۳)۔ لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا[۳]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی کو ذمہ دار نہیں بناتا مگر اس کی قدرت کے مطابق۔

(۴)۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[۴]

اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔

(۵)۔ یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا[۵]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم پر تخفیف چاہتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

(۶)۔ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج[۶]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تمہارے اوپر تنگی ڈالے۔

حدیث

بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ[۷]

ترجمہ: مجھے سیدھا آسان اور نرم دین دے کر بھیجا گیا۔

---

[۱] اعراف آیت ۱۵۷

[۲] البقرہ

[۳] البقرہ آیت ۲۸۶

[۴] البقرہ

[۵] نساء آیت ۱۹

[۶] المائدہ آیت ۶

[۷] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۷ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۲۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ وما خیر شیئین الا اختار ایسرھما مالم یکن اثماً[1]

ترجمہ: جب بھی دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آسان پہلو کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

اجماع

تمام آئمہ کا اجماع ہے کہ شریعت میں تکلیف بالمشقت کا قصد نہیں کیا گیا ورنہ شریعت میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا۔ کیونکہ ایک طرف تو رفق اور تیسیر کا ذکر ہے دوسری طرف مشقت تو یہ اجتماع نقیضین ہے[1]

مشقت کی اقسام

مشقت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) معتاد۔ (۲) غیر معتاد:

معتاد وہ ہے جس میں کسی عمل پر دوام سے نہ انقطاع (عمل سے رکنا) لازم آتا ہے اور نہ ہی صاحب عمل کے جان و مال میں خلل آتا ہے۔ جیسے طلب معاش کے لیے صنعت و حرفت کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے لیکن اس تکلیف کو انسان خوشی سے کرتا ہے اور اس کا عادی بن جاتا ہے۔

غیر معتاد: وہ عمل جس پر دوام سے کلی طور پر یا جزوی طور پر انقطاع (کام کو بند کرنا) لازم آتا ہے یا صاحب عمل کے جان و مال میں خلل آتا ہے۔ اس میں رخصت پر عمل کیا جاتا ہے[2]

احکام تکلیفیہ اور احکام وضعیہ میں فرق

ان میں چند وجہوں سے فرق ہوتا ہے۔

(۱)۔ احکام تکلیفیہ کا مقصد بندوں کو ان احکام کا مکلف بنانا ہوتا ہے کرنے اور نہ کرنے کا اور احکام وضعیہ میں محض سبب و مسبب اور شرط و مشروط وغیرہ کے درمیان ربط اور تعلق کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۲) حکم تکلیفی بندوں کے زیر قدرت ہوتا ہے اور ان سے اس کا حصول و وجود مطلوب ہوتا ہے اور حکم وضعی میں یہ چیز نہیں یا تو وہ زیر قدرت ہی نہیں ہوتا جیسے زوال شمس اور

---

[1] الموافقات

[2] ایضاً ج ۲ ص ۷۵

[3] الموافقات شاطبی رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۸۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر زیر قدرت ہوتا ہے تو وہ مطلوب نہیں ہوتا جیسے وجوب زکوٰۃ کے لیے بقدر نصاب مال کہ بقدر نصاب مال جمع کرنا قدرت میں تو ہے مگر یہ مطلوب نہیں کہ بندے اتنا مال جمع کریں تاکہ ان پر زکوٰۃ واجب ہو۔

(۳) حکم تکلیفی کے لیے کسی حکم وضعی کا ہونا ضروری ہے لیکن حکم وضعی کے لیے مکلف ہونا ضروری نہیں۔ جیسے بچہ کی حرکات وافعال تکلیف سے تو خالی ہوتے ہیں کہ بچہ مکلف نہیں لیکن وجہ سے خالی نہیں ہوتے چنانچہ ان پر بعض احکام مرتب ہوتے ہیں۔

(۴) حکم تکلیفی فعل کا جزء ہوتا ہے اور حکم وضعی اصل فعل سے باہر ہوتا ہے۔ جیسے قیام و رکوع نماز کے جزء ہیں اور وقت نماز کی فرضیت کا سبب ہے۔ جزء نہیں ہے[1]

عزیمت و رخصت کے احکام

عزیمت و رخصت کے احکام سمجھنے کیلیے جن (قواعد و اصطلاحوں) کا جاننا ضروری تھا ان سب کو مختصراً ذکر کر دیا گیا ہے: اب عزیمت اور رخصت کے تفصیلی احکام و مسائل ذکر کیے جاتے ہیں: مثلاً عزیمت پر عمل اولیٰ ہے یا رخصت پر (۲) عزیمت کی قسمیں اور انکا حکم، رخصت کی قسمیں اور انکا حکم: عزیمت و رخصت کے ترجیحی دلائل۔ وغیرہ۔

عزیمت پر عمل کرنے کے ترجیحی وجوہات

بعض ائمہ علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عزیمت پر عمل کرنا اولیٰ ہوتا ہے۔ اس کی متعدد وجوہات ذکر کی گئیں ہیں۔

وجہ اوّل

احدھا ان العزیمۃ ھی الاصل الثابت المتفق علیہ المقطوع علیہ۔

ترجمہ: پہلی وجہ یہ ہے کہ عزیمت اصل ہے اور قطعی اور متفقہ دلائل سے ثابت ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ اصل پر عمل اولیٰ ہوتا ہے بنسبت فرع کے۔

وجہ ثانی

ان العزیمۃ راجعۃ الی اصل فی التکلیف کلی لانہ مطلق عام علی الاصالۃ فی جمیع المکلفین والرخصۃ

---

[1] اصول فقہ مولفہ مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی ص ۴۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راجعة الى جزئی بحسب بعض المكلفين ممن له عذرٌ وبحسب بعض الاوقات فی اهل الاعذار الخ.

ترجمہ: عزیمت تکلیف میں اصل کلی کی طرف راجع ہے کیونکہ وہ مطلق ہے اور جمیع مکلفین پر اصالتاً واجب ہے اور رخصت امر جزئی کی طرف راجع ہے جو بعض معذور مکلفین کے لحاظ سے ہے اور بعض حالات و بعض اوقات کے لحاظ سے ہر حالت اور ہر وقت میں ہر کسی کے لیے نہیں ہے گویا کہ وہ ایک عارض ہے جو کلی پر طاری ہوتا ہے (یعنی کلی حکم کے لیے وقتی مانع ہے)۔

والقاعدة المقدرة فی موضعها انه اذا تعارض امر كلی و امر جزئی فالكلی مقدم لان الجزئی يقتضی مصلحة جزئية والكلی يقتضی مصلحة كلية الخ

ترجمہ: اور یہ قاعدہ متعین ہو چکا ہے کہ جب کلی اور جزئی کا تعارض ہو تو کلی پر عمل کرنا مقدم ہوتا ہے کیونکہ جزئی مصلحت جزئیہ کا تقاضا کرتی ہے اور کلی مصلحت کلیہ کا تقاضہ کرتی ہے نیز مصلحت جزئی کی خرابی سے نظام عالم میں جزئی فساد آتا ہے اور مصلحت کلی کی خرابی سے نظام عالم میں کلی فساد آتا ہے اور ظاہر ہے کہ کلی نظام کی اصلاح کو مقدم رکھا جائے گا: اور وہ صرف عزیمت پر عمل کرنے سے ممکن ہو سکتا ہے[1]

وجہ ثالث مقتضی امر و نہی وجوب ہے (شارع کے امر و نواہی پر عمل کرنا واجب ہے) اور یہ مناسب نہیں ہوتا کہ میٹھا میٹھا ہڑپ ہڑپ کڑوا کڑوا تھو تھو۔

نیز اللہ تعالیٰ کو شیدائی پسند ہیں حلوائی پسند نہیں ہیں اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیئے وعدہ کو پورا کر دکھایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ

---

[1] الموافقات ج اول ص ۲۲۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ الی قولہ من المؤمنین رجال صدقوا مَاعَاهَدُوا اللّٰہ عَلَیْہِ [۱]

ترجمہ: جب چڑھ آئے تم پر اوپر اور نیچے کی طرف سے اور پھر نے لگیں آنکھیں اور پہنچ گئے دل گلوں تک (الی قولہ تعالیٰ من المؤمنین) یعنی ایمان والوں میں سے کتنے مرد ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا جس بات کا انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی منتظر ہے اور ایک ذرہ بھی نہیں بدلا۔ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کے سچ کا۔

(۲)۔ ابن اسحاق نے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہو گیا تھا کہ عیینہ بن حصن اور اس کے ساتھیوں کو ایک تہائی مدینہ کے باغوں کی دے دیں تاکہ وہ واپس لوٹ جائیں اور حملہ نہ کریں مگر دونوں سعدوں [ع] نے انکار کر دیا اور کہا۔

کنا نحن وھم علی شرک لا یطمعون ان یأکلوا منہا ثمرۃ الا بقری او بیع افحین اکرمنا اللہ بالاسلام واعزنا بک وبہ نعطیہم اموالنا - مالنا بہذا من حاجۃ واللہ ما نعطیہم الا السیف حتی یحکم اللہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم انت وذالک [۲]

ترجمہ: ہم جب مشرک تھے تو اس وقت بھی وہ ہمارے پھل کھانے کی امید نہیں کر سکتے تھے (سوائے مہمان نوازی یا خرید و فروخت کے) اب تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کا شرف بخشا ہے اور ہمیں آپ کی وجہ سے اور اسلام کی برکت سے عزت بخشی ہے ہم انہیں اپنے مال دے دیں یہ ہم سے نہیں ہو سکے گا اللہ کی قسم ہم تو انہیں تلوار کے سوا کچھ بھی نہ دیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ

---

[۱] الاحزاب آیت ۱۰ - ۲۳ پ ۲۱

[۲] زرقانی ج ۳ ص ۱۳۱

[ع] سعد بن عبادہؓ و سعد بن معاذؓ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرمادے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سعدان کی یہ بات سنی تو فرمایا (انت و ذالک) تمہاری مرضی تم جانو اور وہ جانیں ۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ نے ان حالات میں عزیمت پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ۔

(۳) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد قبائل عرب زکوٰۃ سے منکر ہو گئے کچھ لوگوں نے نبوت کا دعوےٰ کر دیا اور چاروں طرف سے خطرات مدینہ پر منڈلانے لگے ۔ کچھ حضرات نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ جیش اسامہؓ کو روک لیں کیونکہ اس لشکر کی یہاں بھی ضرورت پڑ سکتی ہے مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ کر چکے ہوں ابوبکر کی کیا مجال ہے کہ اس کو روکے ۔ ہم سب ختم ہو سکتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ فرمان کو نہیں روک سکتے ۔ دیکھو اس صورت میں بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عزیمت پر عمل کیا ۔

(۴) غزوۂ تبوک میں تین صحابہ کرام پیچھے رہ گئے تھے تو انہوں نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کوئی عذر بہانہ نہ بنایا بلکہ سچ سچ بول دیا اس سچ بولنے پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے ان پر تنگ ہو گئی انہوں نے سب مشقتیں برداشت کیں مگر جھوٹ نہ بولا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرماتے ہوئے ان کی مدح فرمائی ہے اور ان کو صادقین کا خطاب دیا کیونکہ انہوں نے بھی عزیمت پر عمل کیا رخصت پر نہیں کیا ۔

۵ ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابن الدغنہ کی پناہ کو پسند نہ کیا اسی طرح حضرت عثمان بن مظعونؓ نے بھی دخول مکہ کے لیے کسی کی پناہ کو پسند نہ کیا ۔ بلکہ حق پر قائم رہے اور ہمہ قسم کے شدائد و مصائب کو برداشت کیا ۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا : انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب ۔ یعنی اللہ تعالیٰ صابرین کو بے حساب اجر دے گا [1]

---

[1] الموافقات شاطبی ج اول ص ۳۲۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۶) وقال تعالیٰ: لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قبلكم وَمِنَ الَّذِين أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَالِكَ مِن عزم الامور [1]

ترجمہ: البتہ تمہاری آزمائش ہوگی مالوں اور جانوں میں اور البتہ سنو گے تم اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بہت تکلیف دہ باتیں اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں۔

وجہ رابع اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کے ایسے مزاج بنائے ہیں کہ ان کی فطرت میں شجاعت اور حلم فطرت ثانیہ بن چکی ہوتی ہے اور مشقتوں کو برداشت کرنا ان کی عادت بن چکی ہوتی ہے: والمتعود لامر یسهل علیه ذٰلك الامر ما لا یسهل لغیره کان خفیفا فی نفسه او شدیدًا فاذا اعتاد الترخص صارت کل عزیمة فی یده کالشاقة الحرجة [2]

ترجمہ: جو شخص کسی کا کام عادی ہو وہ کام اس کے لیے بہت آسان ہوتا ہے بنسبت دوسرے لوگوں کے خواہ وہ کام ہلکا ہو یا سخت۔ جب سے ترخص (رخصت) کی عادت ڈالی جائے گی تو الٹا عزیمت کا کام اس کے لیے مشقت اور حرج میں ڈالنے والا کام بن جائے گا۔

وجہ خامس نیز ایک کام کو انسان اپنے خیال میں شدید اور شاق سمجھتا ہے حالانکہ فی نفسہ وہ خفیف اور ہلکا ہوتا ہے۔ کیونکہ رخصت کے اسباب اکثر وہمی ہوتے ہیں: وکثیرًا ما یشاهد الانسان ذٰلك فقد یتوهم الانسان الامور صعبة ولیست کذلك الا بمحض التوهم [3]

---

[1] آل عمران ۱۸۶

[2] الشاطبی الموافقات ج اول ص ۳۳۱

[3] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: اور انسان اس کا اکثر مشاہدہ کرتا رہتا ہے کہ بعض اوقات انسان کسی امر کو صعب (مشکل اور سخت) سمجھتا ہے حالانکہ وہ محض اس کا وہم ہی ہوتا ہے۔

وجہ سادس

ان مراسم الشریعة مضارة للهوی من كل وجه كما تقرر فی كتاب المقاصد من هذا الكتاب وكثيرًا ما تدخل المشقات وتتزايد من جهة مخالفة الهوی واتباع الهوی ضد اتباع الشريعة الخ[۱]

ترجمہ: شرعی احکامات و رسومات ہر لحاظ سے نفس و خواہش کے ضد ہیں جیسا کہ اس کتاب (الموافقات) کے باب المقاصد میں یہ بات بیان ہو چکی ہے اور بسا اوقات نفس کی مخالفت کے لیے امور شاقہ (سخت کام) کا حکم دیا جاتا ہے (تاکہ نفس کشی ہو) اور خواہشات کی اتباع شریعت کے اتباع کی ضد ہے: بلکہ نفس کی اتباع مذموم ہے کما قال تعالیٰ:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى[۲]

ترجمہ: اور جو کوئی ڈرا اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے سے اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ[۳]

ترجمہ: اور اگر تو ان کی خواہشات پر چلا بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو بیشک تو بھی ناانصافوں میں ہوا۔

---

[۱] الشاطبی الموافقات ج اول ص ۲۳۲

[۲] النازعات آیت ۴۰

[۳] البقرہ آیت ۱۴۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاصہ ان سب دلائل و توجیہات سے واضح ہوتا ہے کہ عزیمت پر عمل کرنا راجح اور اولیٰ ہے جیسے مشہور مقولہ ہے: جان جائے تو جائے مگر ایمان نہ جائے۔

رخصت پر عمل کرنے کے ترجیحی وجوہات بعض ائمہ کرام رخصت پر عمل کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اپنے نظریے پر قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتے ہیں۔

دلیل اوّل رخصت بنسبت عزیمت کے اگرچہ جزئی ہے مگر یہ ایسی جزئی ہے جس کو کلی سے مستثنیٰ کیا گیا ہے تو یہ گویا خاص من العام کے باب سے ہوگیا۔ یا مقید من المطلق کے قبیل سے ہوگیا۔ اور اصول فقہ کی کتابوں میں موجود ہے کہ عام سے کوئی حکم خاص کرنا یا مطلق سے مقید کرنا جائز ہے۔ اور وہ بھی فی نفسہٖ معتبر ہے[1]

دلیل دوم ومن احسن ما جاء فی مقاصد الشریعة قول ابن القیم ان الشریعة مبناها واساسها علی الحکم ومصالح العباد فی المعاش والمعاد وهی عدل کلها ورحمة کلها وحکمة کلها فکل مسئلة خرجت من العدل الی الجور وعن الرحمة الی ضدها وعن المصلحة الی المفسدة وعن الحکمة الی العبث فلیست من الشریعة ۔[2]

ترجمہ: مقاصد شریعت کے باب میں سب سے بہتر وضاحت وہ ہے جو ابن القیمؒ نے ان الفاظ میں کی ہے کہ شریعت کی اساس و بنیاد حکمت پر اور بندوں کے معاشی و معادی (دنیوی و اُخروی) مفادات پر قائم ہے شریعت کلیتہً عدل۔ ہمہ تن رحمت اور سراپا حکمت ہے۔ پس جو مسئلہ بھی عدل سے نکل کر ظلم کی طرف یا رحمت سے زحمت کی طرف۔ یا صلاح سے فساد کی طرف۔ یا حکمت سے

---

[1] الموافقات ج اول ص ۱۴۰

[2] فلسفۃ التشریع للمحامی صبحی المحصانی ص ۱۵۰ اعلام الموقعین لابن القیم ج ۳ ص ۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نامعقولیت کی طرف جارہا ہو وہ شریعت ہی نہیں اگرچہ اسے بدلائل (کھینچ تان کر) داخل شریعت کر لیا گیا ہو۔ شریعت تو اللہ کا ایک نظام عدل اور نظام رحمت ہے جو اس کے بندوں اور اس کی مخلوقات کے درمیان رائج کر دیا گیا ہے۔ زندگی یا غذا۔ دوا ہو یا شفا، سب کا سرچشمہ شریعت ہے وجود میں جو خیر ہے وہ اسی سرچشمے سے ہے اور وجود میں ہر قسم کا نقصان شریعت ہی کو ضائع کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شریعت دے کر بھیجا ہے وہی قیام عالم کے لیے ستون ہے اور وہی دنیا و آخرت میں فلاح و سعادت کا مرکز ہے۔

اس سارے بیان سے واضح ہوا کہ شریعت کی وضع کا مقصد ہی مصالح عباد کی حفاظت ہے اور وہ صرف رخصت کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں نہ کہ عزیمت پر عمل کرنے سے۔

دلیل سوم شریعت کا مقصد رفع حرج ہے

ارشاد ربانی ہے:

لا اکراہ فی الدین [1]

ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں۔

۲۔ وما جعل علیکم فی الدین من حرج [2]

ترجمہ: اور اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

۳۔ ما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ [3]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے لیے جو کچھ مقرر کیا ہے اس پر کسی قسم کی تنگی نہیں۔

۴۔ کتاب انزل الیک فلا یکن فی صدرک حرج منہ [4]

---

[1] البقرہ آیت

[2] الحج آیت ۷۸

[3] الاحزاب : ۳۸

[4] الاعراف : ۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: آپ کی طرف یہ کتاب نازل کی گئی ہے تو اس کی وجہ سے آپ کے دل میں کوئی تنگی پیدا نہ ہونے پائے۔

ظاہر ہے جس قرآن کا مقصد ہی تنگی دل کو دور کرنا ہے اس سے تنگی پیدا ہونے کو کب روا رکھا جا سکتا ہے۔

یہ حرج کس طرح پیدا ہوتا ہے

جس حرج سے دین کو پاک رکھنے کا دعویٰ کیا گیا ہے اس کا سبب صرف ایک ہی ہو سکتا ہے یعنی بندوں سے ایسے مطالبات کئے جائیں جو اپنی دشواریوں، مشکلات اور گرانیوں کی وجہ سے ناقابلِ تحمل ہوں۔ ان ہی دشواریوں کو قرآنی اصطلاح میں "عسر" کہتے ہیں جس کی نقیض "یسر" ہے۔

عسر کی نفی

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے دشواری پیدا کرنا نہیں چاہتا۔

یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم پر تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

احادیث سے دلائل

۱۔ ما خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امرین الا اختار ایسرھما ما لم یکن اثما[3]

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ملا تو آپ نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا بشرطیکہ گناہ والی شئے نہ ہو۔

۲۔ ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدودًا فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا[4]

---

[1] بقرہ آیت ۱۸۵ پ۲

[2] النساء ۲۸

[3] موطا امام مالک ج ۲ ص ۳۶ ۴ ابوداؤد ج ۳ ص ۵۲۶۔

[4] رواہ الدارقطنی ابن کثیر تحت آیت، مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں پس ان کو ضائع نہ کرو اور کچھ چیزیں حرام کی ہیں ان کی پردہ دری نہ کرو اور اس نے کچھ حدود مقرر کر دی ہیں لہذا ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کو اس نے بھول کے چھوڑ دیا ہے تم ان کی کرید نہ کرو۔

۳۔ وفیما روی عن ابن عباسؓ فی قصۃ بقرۃ بنی اسرائیل لو ذبحوا بقرۃ ما لاجزأتہم ولکن شددوا فشدد اللہ علیہم[1]

ترجمہ: قصّہ بقرہ (گائے کے ذبح کے واقعہ) میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل جو گائے بھی ذبح کر دیتے ان کے لیے کافی ہو جاتی لیکن انہوں نے شدّت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر شدت کر دی۔

۴۔ حدیث تبتّل: وہ تین اصحاب جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کم سمجھا اور کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مغفور و معصوم ہیں۔ اس لیے زیادہ عبادت کرنی چاہیے تو انہوں نے صیام النہار (ہمیشہ روزہ رکھنا) قیام اللیل (ہمیشہ رات کو عبادت کرنا) اعتزال النساء (عورتوں سے علیحدہ رہنا) کی قسمیں کھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصّہ کے انداز میں فرمایا: انتم الذین قلتم کذا وکذا اما واللہ انی لاخشاکم للہ واتقاکم لہ ولکننی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی[2]

کیا تم نے یہ باتیں کی ہیں۔ خدا کی قسم میں بنسبت تمہارے اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں۔ پس جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

۵۔ خذوا من العمل ما تطیقون فان اللہ لن یمل حتی تملوا (رواہ مسلم)

ترجمہ: وہی عمل کرو جو تمہاری طاقت میں کیونکہ اللہ تعالیٰ اجر دینے سے نہیں تھکے گا تم عمل کرنے سے تھک جاؤ گے۔

---

[1] روح المعانی ج ۱ ص ۲۳۸

[2] الموافقات ج اول ص ۳۴۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶ ۔ وفی المسند وصحیح ابن حبان عن ابن عمرؓ مرفوعًا قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب ان تؤتی
رخصۃ کما یکرہ ان تؤتی معصیۃ وفی لفظ احمد
من لم یقبل رخصۃ اللہ کان علیہ اثم مثل جبال عرفۃ[1]

ترجمہ : مسند احمد و صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعًا مذکور ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ رخصت پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے جیسے کہ گناہ پر عمل کرنے کو ناپسند کرتا ہے اور فرمایا کہ جو شخص رخصت کو قبول نہیں کرتا اس پر عرفات کے پہاڑوں کے برابر گناہ ہوگا ۔

۷ ۔ ایک شخص نے منت مانی کہ میں دھوپ میں کھڑا ہو کر روزہ پورا کروں گا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا اس کو کہو روزہ تو پورا کرے مگر سائے میں بیٹھ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عذاب نفس کے لیے شریعت کو نہیں بنایا ۔

دلیل چہارم شریعت میں تیسیر ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکام کو ہدایات دیتے تو فرماتے :

(۱)۔ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَیَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا[2]

ترجمہ : بشارتیں سنانا متنفر نہ کرنا اور نفاذ احکام میں آسانی پیدا کرنا تنگی نہ کرنا ۔

(۲)۔ ان دِیْنَ اللہِ یُسْرٌ ۔

ترجمہ : بیشک اللہ کا دین آسان ہے ۔

(۳) ۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں جماعت میں اس لیے شامل نہیں ہوتا کہ امام صاحب طویل نماز پڑھاتا ہے تو آپ نے فرمایا ان منکم منفرین بعض تم میں سے ایسے ہیں جو لوگوں کو شریعت سے متنفر کرتے ہیں جب بھی کوئی امامت کرے تو مختصر نماز پڑھائے

---

[1] مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۸ ، زاد المسیر ج ۲ ص ۲۸۸
[2] مشکوٰۃ شریف ج اول ص ۳۲۳ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی نصیحت آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی فرمائی لے

اقسام رخصت اور ان کا حکم

رخصت کی خصوصی اقسام دو ہیں : (۱) رخصت حقیقی ۔ (۲) رخصت مجازی اور ان میں سے ہر ایک کی دو دو اقسام ہیں : یوں رخصت کی کل چار قسمیں بن گئیں : (۱) رخصت حقیقی اور اولیٰ ۔ (۲) رخصت حقیقی غیر اولیٰ ۔ (۳) رخصت مجازی اتم ۔ (۴) رخصت مجازی غیر اتم ۔

قسم اوّل رخصت حقیقی اولیٰ کی تعریف

فاما احق نوعي الحقيقة فما استبيح مع قيام المحرم وقيام حكمه جميعا : مثل اجراء المكره بما فيه الجاء كلمة الشرك على لسانه لے

ترجمہ : رخصت حقیقی اولیٰ وہ امر ہے جس میں مُحَرّم (دلیل حرمت) اور حکم (حرمت) دونوں کے پائے جانے کے باوجود مباح قرار دیا گیا ہو ۔ جیسے مومن کو کلمہ کفر اور کلمہ شرک زبان سے نہ نکالنے پر جان سے لینے کی یا کسی عضو کے تلف کرنے کی دھمکی دی جائے ۔ یعنی اسے مجبور کیا جائے کہ اگر تو نے کلمہ کفر نہ کہا یا رمضان شریف کا روزہ نہ توڑا یا دوسرے کے مال کو نہ جلایا (ہلاک نہ کیا) یا تو تبلیغ حق نہ چھوڑے گا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے یا تیرا کوئی عضو (ہاتھ پاؤں) کاٹ دیں گے ۔
یا مضطر (بھوک کی حالت میں) نے غیر کا مال کھا لیا یا حرام کردہ جانوروں کا گوشت کھا لیا ۔

حکم اس صورت میں جان کی حفاظت کے لیے کلمہ کفر زبان پر جاری کرنے سے کوئی حرج نہیں جبکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو ۔ اسی طرح روزہ توڑنا یا دوسرے کے مال

لے الموافقات شاطبی ج ۲ ص ۹۳

لے حسامی مع النظامی ص ۶۱ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو ہلاک کرنا یا بھوک کی حالت میں حرام جانور کا گوشت کھالینا کی رخصت ہے۔ لیکن اگر عزیمت پر عمل کرنے تو اولیٰ ہے اگرچہ جان بھی چلی جائے۔

آیات اضطرار کی تشریح اور مذاہب فقہاء کرام

۱۔ انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر الله فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه ان الله غفور رحیم [۱]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار، خون، سور کے گوشت، اور ہر اس چیز کو حرام کیا ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔ ہاں جو انتہائی مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ تو چاہت اور رغبت رکھتا ہو اور نہ حد ضرورت سے تجاوز کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

۲۔ فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لاثم فان الله غفور رحیم [۲]

ترجمہ: (مذکورہ چیزیں تم پر حرام ہیں) ہاں جو بھوک میں انتہائی مجبور ہو جائے مگر اس کا میلان گناہ کی طرف نہ ہو تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی کی تشریح

ای دعته الضرورة الی اکل ما حرم علیه فی مخمصة ای مجاعة غیر متجانف لاثم قال ابن القتیبة غیر مائل الی ذلک وقال ابن عباس والحسن والمجاهد غیر معتمد لاثم [۳]

---

[۱] آیت ۱۶ - ۱۱۵

[۲] مائدہ آیت ۳ - ۶

[۳] زادالمسیر ابن جوزی قرشی ج ۲ ص ۲۸۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: یعنی ضرورت انتہائی بھوک کی حالت میں حرام کردہ اشیاء کھانے پر مجبور کرے تو ان کا کھا لینا جائز ہے بشرطیکہ گناہ کی طرف میلان نہ ہو ابن قتیبہ کہتے ہیں غیر مُتَجَانِفٍ کا معنی ہے غیر مائل (یعنی اس کی طرف طبعاً میلان نہ ہو) حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت حسن اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ کا معنی ہے غَیْرَ مُتَعَمِّدٍ (یعنی گناہ کا قصد نہ ہو) تو اکل حرام جائز ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

قوله فمن اضطر ای فمن احتاج الی تناول شیء من هذه المحرمات التی ذکرها الله لضرورة اَلْجَأَتْهُ الی ذلك فله تناوله والله غفور رحيم لانه تعالى يعلم حاجة عبده المضطر و افتقاره الى ذالك فيتجاوز عنه الخ[له]

ترجمہ: فمن اضطر کا مطلب ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی ان ذکر کردہ محرّمات اشیاء کی طرف کھانے کے لیے مجبور اور لاچار ہو تو اس کے لیے تناول جائز ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے کیونکہ وہ اپنے مجبور اور محتاج بندے کی حاجت کو جانتا ہے لہٰذا اس سے تجاوز کرے گا اور اسے بخش دے گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کا کھانا حرام ہے لیکن جب حاجت اضطرار ہو تو ان کو کھانا جائز ہے شرطیں صرف دو ہیں (۱) عدم رغبت۔ (۲) عدم تجاوز عن الحد (حد سے تجاوز نہ کرے) "غَیْرَ بَاغٍ" کا مفہوم ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس میں کوئی چاہت اور رغبت نہ ہو کہ مزے لے لے کر کھاتا رہے بلکہ باوجود اس جواز کے اندر سے کراہت اور نفرت کا جذبہ ہونا چاہیے اور "وَلَا عَادٍ" کا مفہوم یہ ہے کہ اگر چھٹانک بھر میں جان بچ سکتی ہو تو پاؤ بھر نہ اڑا یا جائے اگر ان دونوں شرطوں کا خیال نہ رکھا گیا تو تجانف لِاِثْمٍ ہو گا (میلان گناہ) غرض اضطرار کی حالت میں وہ عام قانون ٹوٹ جاتا ہے اور ایک اچھے مقصد کے لیے اس

له تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۴۔ تفسیر جامع البیان لابی جعفر محمد بن جریر طبری تفسیر کبیر للفخر الدین رازی ج ۵ ص ۲۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں خاصی رعایت و سہولت دی جاتی ہے سہولت بھی ایسی کہ حرام شئی کو بقدر ضرورت اور بوقت مجبوری حلال کر دیا جاتا ہے اگر مجبوری میں بھی وہی حکم رکھا جاتا تو یہ تکلیف مالایطاق ہوتی۔

اضطرار کی دوسری وجوہ

آیت نمبر۲ میں فی مخمصۃ کے لفظ نے خاص طور پر بھوک کی نشاندہی کر دی ہے۔ یعنی جب بھوک اس حد تک پہنچ جائے کہ خوف ہلاکتِ جان ہو۔ تو حرام شئی بقدر ضرورت حلال ہو جاتی ہے لیکن خوف ہلاکت صرف بھوک ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے دوسری وجوہ بھی ایسی ہو سکتی ہیں جو خوف ہلاکت پیدا کر دیں۔

ایک اصول

دراصل ان آیات سے ایک اصول مستنبط ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ فرد یا قوم کی جان پر بن آئے اور خیر کا پہلو کسی اصول کو عارضی طور پر ترک کر دینے ہی میں ہو تو اسے بقدر ضرورت ترک کر دیا جا سکتا ہے اس کی مثال قرآن مجید سے دیکھئے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ الا من اكره وقلبه مطمئن بالايمان ولكن من شرح بالكفر صدرًا فعليهم غَضَبٌ مِنَ اللّٰه ولهم عذاب عظيم [1]

ترجمہ: جو شخص ایمان لا چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے بجز اس کے کہ اس کے ساتھ جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو لیکن وہ شخص جو بشرح صدر کے ساتھ کفر کرے تو ان پر غضب خدا ہے اور انہیں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کفر کریں دیکھ کر اندھے ہو جائیں پھر کفر پر ان کا سینہ کھل جائے یعنی مرتد ہی رہے تو ان پر بڑا عذاب ہے مگر وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا لیکن ان کا دل ایمان پر مطمئن ہے جیسے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ وغیرہ کہ ان کو قابل برداشت حد تک ایذائیں پہنچائی گئیں۔ اور زبان سے کلمہ کفر نکل گیا مگر دل ایک لحظہ کے لیے بھی متزلزل نہ ہوا [2]

---

[1] النحل آیت ۱۰۶ پ ۱۴ [2] تفسیر ابن کثیر ج ص ۵۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری حقیقت

دوسری حقیقت اس اصول میں قابل لحاظ یہ ہے کہ اضطرار کوئی مزاق نہیں کہ ہر معمولی الجھن کو اضطرار قرار دے کر ناجائز کو جائز کر لینے کا بہانہ بنا لیا جائے۔

اضطرار در اصل اذیت یا الجھن کا وہ آخری اسٹیج ہوتا ہے جس سے رہائی کی اور کوئی صورت بجز اس کے نہیں کہ اس سے تعلق رکھنے والا اصول عارضی طور پر ترک کر دیا جائے۔ نہ ہر اذیت اضطرار ہے اور نہ ہر ناجائز کام اس کا علاج۔ بلاشبہ اب تک کوئی آلہ یا میٹر ایسا ایجاد نہیں ہوا ہے جو یہ معلوم کر سکے کہ آیا کوئی اذیت اضطراب کی ڈگری پر پہنچ گئی ہے یا نہیں۔ اس کا صحیح فیصلہ انفرادی معاملے میں خود فرد کرے گا اور اجتماعی امور میں نمائندہ جماعت یہی وہ مقام ہے جہاں استفتِ قلبک کا اخلاقی و روحانی اصول کارفرما ہوتا ہے اور یہی مومن و منافق اور صادق و کاذب کے درمیان خط امتیاز کھینچتا ہے۔

ایک اور نکتہ

ایک اور نکتہ بھی اس سلسلے میں قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ نرے قانونی دباؤ سے کبھی دنیا میں اصلاح نہیں ہوئی۔ زندگی کے بیسیوں گوشے ایسے ہیں جو قانون کی گرفت سے قطعاً باہر ہیں۔ افکار اور نیات و ارادات پر کسی قانون کی کبھی گرفت قائم نہیں ہو سکی ہے تنہائی، تاریکی اور پوشیدگی میں کون سا قانون دار و رسن لیے کھڑا ہے۔ ایک مملکت کی حدود سے باہر اس کے کس قانون کی رسائی ممکن ہے ایسے تمام مواقع پر ضمیر انسانی پر کنٹرول قائم رکھنے والی قوت کچھ اور ہوتی ہے وہ قانونی دباؤ سے بہت بالاتر ہوتی ہے قانون اس پر حکمران نہیں ہوتا بلکہ وہ قانون پر حکمرانی کرتی ہے اس قوت پر جو قانون فرمانروائی کرتا ہے وہ صرف قانون اخلاق ہے اقدار عالیہ کا صحیح عرفان ہے، انسانیت یا خدا ترسی ہے۔

تیسرا نکتہ

تیسری ضروری بات جو اس سلسلہ میں یاد رکھنی ضروری ہے کہ حالت اضطرار میں دو قیدیں (یا بندیاں) لگائی گئیں ہیں۔ پہلی "غیر باغ" کی دوسری "ولا عادٍ" کی یعنی کوئی حکم توڑتے وقت لذت و رغبت محسوس نہیں ہونی چاہیے بلکہ جس طرح زخم پر نشتر لگوایا جاتا ہے لیکن طبیعت میں اس سے گریز ہوتا ہے اسی طرح یہ اصول شکنی بھی محض اس لیے کی جائے کہ اس کے سوا چارہ کار نہیں نیز اصول کی جتنی کم سے کم مقدار شکستگی میں کام چل سکتا ہو اس سے زیادہ مقدار کو کام میں نہ لایا جائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ورنہ ظاہر ہوگا کہ اس شخص کو محبت اصول سے نہیں ہے بلکہ اصول شکنی سے ہے۔
یہ شرطیں اس لیے لگائی گئی ہیں کہ کوئی شخص حالتِ اضطرار سے غلط فائدہ نہ اٹھا سکے۔

چوتھا نکتہ چوتھا ضروری نکتہ یہ ہے کہ حالتِ اضطرار میں اصول شکنی کی یہ مشروط اجازت ہر ہر مرحلہ زندگی پر اتنی عام نہیں کہ ہر چھوٹی بڑی زد سے بچنے کے لیے اور ہر نیک اور بد مقصد کو پورا کرنے کے لیے قانون اضطرار کی آڑ کو اصول زندگی بنا لیا جائے۔

بہر حال اصول شکنی کے لیے ضروری ہوگا کہ اس کے مقابلے میں مقصد اعلیٰ اور اہم ہو اور وہ ہے صرف جان کا بچانا اور بس۔[1]

مُکرَہ کے متعلق فقہاء کے اقوال مُکرَہ جس پر اکراہ (جبر) کیا گیا ہو یعنی اس کو مجبور کیا گیا ہو کسی ایسے کام پر جس کا وہ ارادہ نہیں رکھتا۔ اگر اس پر جبر نہ کیا جاتا تو وہ اس کو نہ کرتا۔

اکراہ کی اقسام وھو ای الاکراہ علی ثلثۃ اقسام لانہ اما ان یعدم الرضا ویفسد الاختیار وھو الملجئ ای الاکراہ الملجئ بما یخاف علی نفسہ او عضو من اعضائہ بان یقول ان لم تفعل کذا لاقتلنک او لاقطعنک یدک فح ینعدم رضاءہ ویفسد اختیارہ البتۃ او یعدم الرضا ولا یفسد الاختیار وھو الاکراہ بالقید او الحبس۔[2]

ترجمہ: اکراہ (جبر) کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اکراہ ملجئ یعنی رضا مندی معدوم اور اختیار فاسد ہو جائے۔ ملجئ کے معنی ہیں قطعی مجبور ہو گیا مثلاً مجبور کر دیا گیا کہ اگر تو نے اس کام کو نہ کیا تو میں تجھ کو قتل کر دوں گا یا تیرا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ (۲) رضا مندی معدوم اور اختیار فاسد نہ ہوا ہو۔ جیسے کسی کو مجبور کیا گیا کہ اگر تو نے اس کام کو نہ کیا تو تجھے قید کر دوں

---

[1] محمد جعفر پھلواروی آسان دین ص ۸۶

[2] مشکوٰۃ الانوار شرح نور الانوار ج ۵ ص ۱۸۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گا یا تجھے سخت مار پڑے گی مگر اس میں جان کے ہلاک ہونے کا اندیشہ نہیں۔ اس صورت میں اختیار باقی رہ جاتا ہے لیکن وہ اس پر راضی نہیں ہے کہ یہ کام کرے۔ (۳) نہ تو رضامندی معدوم ہوئی اور نہ اختیار فاسد ہوا یعنی اس کو دھمکی دی گئی کہ اگر تو نے یہ کام نہ کیا تو تیرے والدین کو یا تیرے بیٹے کو قید کر لیا جاوے گا۔ اس صورت میں رضامندی اور اختیار دونوں باقی ہیں۔

ان تینوں قسموں کا حکم

اکراہ پر عمل کرنا چار قسم پر ہے بعض صورتوں میں فرض ہے مثلاً ایک شخص کو مردار کے کھانے پر مجبور کیا گیا جان کے ہلاک کر دینے کی دھمکی کے ساتھ چونکہ اس نے اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالدیا اس وجہ سے گناہ گار ہوگا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[1]

ترجمہ: اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(۲) اور بعض مواقع میں عمل کرنا حرام ہے مثلاً زنا یا قتل نفس (خودکشی) پر مجبور کیا یا کسی دوسرے کو قتل کرنے پر مجبور کیا تو یہ عمل حرام ہے خواہ یہ اکراہ (جبر) ملجیٔ ہو۔ (۳) اور بعض مواقع میں مباح ہے مثلاً ایک شخص پر جبر کیا گیا کہ وہ روزہ توڑ دے ورنہ قتل کر دیا جائے گا تو اس کے لیے روزہ توڑنا مباح ہے (۴) بعض مواقع میں عمل کرنا رخصت کا درجہ ہے مثلاً کلمہ کفر زبان پر جاری کرنا جبکہ اکراہ ملجی ہو۔

مجبور حرام کتنا کھا سکتا ہے

قال الشافعی وابو حنیفۃ لا یاکل المضطر من المیتۃ الا قدر ما یمسک رمقہ وقال الحسن للعنبری یاکل منھا ما یسد جوعہ وعن مالک یاکل منھا حتی یشبع ویتزود فان وجد عنھا غنی طرحھا والا قرب قول الاول لان سبب الرخصۃ اذا کان الالجاء فمتی ارتفع الالجاء ارتفعت الرخصۃ[2]

ترجمہ: امام شافعی و امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں مضطر (مجبور) صرف اتنا

---

[1] البقرہ

[2] تفسیر کبیر للفخر الدین الرازی ج ۵ ص ۲۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حرام کھا سکتا ہے جس سے زندگی بچ سکے اور امام حسن عنبری فرماتے ہیں اتنا کھا سکتا ہے کہ بھوک ختم ہو جائے ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پیٹ بھر کر کھا سکتا ہے اور توشہ سفر بھی بنا سکتا ہے اگر راستے میں ضرورت پڑے تو کھائے ورنہ پھینک دے ۔ ان سب اقوال میں قول اول زیادہ درست ہے ۔ کیونکہ سبب رخصت الجاء (مجبوری) ہے جب مجبوری ختم تو رخصت ختم ۔

نیز امام شافعیؒ یہ بھی فرماتے ہیں اس سفر میں مجبوری کا اعتبار ہوگا جو عمل صالح کے لیے ہے اگر سفر معصیت ہے تو مجبوری کا اعتبار نہیں ہے یعنی حرام چیز نہیں کھا سکتا ۔

لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں سفر طاعت وسفر معصیت رخصت میں برابر ہے ۔ کیونکہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ مطلقاً اضطرار مراد ہے ۔ خواہ کسی حالت میں بھی مجبور ہو ہاں کھانے میں ضرورت سے زیادہ کھائے گا تو پھر گناہ گار ہوگا ۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر ہم سفر بالمعصیت (گناہ کا سفر) میں بھی اجازت دے دیں تو پھر یہ گناہ پر تعاون کرنا ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا بِالْاِثْمِ ۔ گناہ کا تعاون نہیں کرنا چاہیے [۱]

علاج بالمحرّمات

فقہاء نے ضرورت کی بنا پر از راہ علاج حرام اشیاء کے استعمال کو درست قرار دیا ہے ۔ اور قرآن وحدیث کی بھی بعض تصریحات سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ علاج اصحاب عرینہ کو اونٹ کا پیشاب پینے کی اجازت دے دی تھی حضرت ابو جحفہ کو سونے کی ناک بنانے کا حکم دیا جو مردوں کے لیے حرام ہے ۔

فقہاء احناف بالخصوص متاخرین نے علاج بالحرام کی اجازت دی ہے بالخصوص خون کے سلسلہ میں فتاویٰ عالمگیری میں تصریح موجود ہے ۔

یجوز للعلیل شرب الدم والبول واکل المیتۃ للتداوی اذا اخبرہ طبیبٌ مسلم ان شفاءہٗ فیہ [۲]

---

[۱] تفسیر کبیر للفخر الدین الرازی ج ۵ ص ۲۶

[۲] فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۱۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: بیمار کو ازراہ علاج مردار کھلانا اور خون و پیشاب پلانا جائز ہے بشرطیکہ کوئی مسلمان طبیب اطلاع دے کر اس میں شفا ہے اور وہ کوئی دوسری مباح چیز نہ پائے۔

(۲) ولا بأس بان یسعط الرجل بلبن امرأة ویشربه للدواء[۱]

ترجمہ: اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ازراہ علاج آدمی کی ناک میں عورت کا دودھ ڈالا یا پلایا جائے۔

الکحل میں ملی ہوئی دواؤں کا استعمال یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ الکحل شراب اور ایک نشہ آور چیز ہے۔ اور اسلیے حرام ہے شراب کا پینا سخت گناہ اور باعث عذاب ہے۔ اس لیے محض لذت یا حسن وجمال میں اضافہ یا قوت میں اضافہ کے لیے الکحل ملی مشروبات کا استعمال درست نہیں۔ صرف دوا و علاج کی غرض سے بوجہ مجبوری جبکہ اسکی متبادل کوئی اور دوا موجود نہ ہو تو ازروئے اصول۔ اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتُ (ضرورت و مجبوری ممنوع کاموں کو جائز کر دیتے ہیں) الکحل ملی دواؤں کا استعمال جائز ہوگا۔

شُرْبُ الْبَنْجِ لِلتَّدَاوِیْ لَابَاْسَ بِهٖ[۲]

ترجمہ: ازراہ علاج بھنگ پینے میں کوئی حرج نہیں۔

رخصت کی دوسری قسم رخصت حقیقی غیر اولیٰ واما الثانی فیما یستباح مع قیام السبب وتراخی حکمه۔ کفطر المریض والمسافر یستباح مع قیام السبب وتراخی حکمه فیهما الی اٰخره[۳]

ترجمہ: وہ امور جنکو سبب (دلیل) کے ہوتے ہوئے حکم کے مؤخر ہونے کی وجہ

---

[۱] عالمگیری ج ۴ ص ۱۱۲ جدید فقہی مسائل ج اول ص ۲۰۵ آلات جدیدہ کے شرعی احکام مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ ص ۱۸۰ احکام القرآن لابن العربی ج اول ص ۲۶

[۲] خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۰۴

[۳] حسامی ص ۶۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے مباح قرار دیا گیا ہو جیسے کہ مریض اور مسافر کے حق میں روزہ کہ رمضان فرضیت کا سبب موجود ہوتا ہے مگر ان کے حق میں عذر سفر و مرض کیوجہ سے فرضیت مؤخر ہوتی ہے حتیٰ کہ جب سفر و مرض ختم ہو جائے اور قضا کا موقع ملے تو ان پر ادائیگی فرض ہوتی ہے لیکن ان کے حق میں روزہ رکھنا ہی بہتر ہے بشرطیکہ اس کی وجہ سے ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو ورنہ رخصت پر عمل جائز نہ ہوگا۔

حکم وحکمه ان الصوم افضل عندنا لکمال سببه وتردّد فی الرخصة فالعزیمة تودّی معنی الرخصة الی اخره[1]

ترجمہ: اس کا حکم یہ ہے کہ روزہ رکھنا افضل ہے ہمارے نزدیک (احناف کے نزدیک) کیونکہ سبب کامل ہے اور رخصت میں تردّد ہے تو عزیمت رخصت کا معنیٰ ادا کر دیتی ہے یعنی عزیمت پر عمل بہتر ہے بشرطیکہ ہلاکت جان کا باعث نہ بنے اگر ہلاکت جان کا خطرہ ہو تو عزیمت پر عمل جائز نہ ہوگا۔

ارشادِ ربانی ہے:

فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر[2]

ترجمہ: تم میں سے جو کوئی مریض ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزے پورے کرے۔

سفر کی تعریف اور اس احکام شیخ احمد المعروف ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کی وضاحت کرتے ہوئے تفصیلی روشنی ڈالی ہے فرماتے ہیں:

والسفر هو الخروج المدید عن موضع الاقامة علی قصد السیر وادناه ثلثة ایام الخ[3]

---

[1] حسامی ص ۶۲

[2] بقرہ پ۲ آیت ۱۸۴۔

[3] مشکوٰۃ الانوار شرح نور الانوار ج ۵ ص ۱۷۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: سفر اس طویل سیر کو کہتے ہیں جو اپنے مقام اقامت سے بالقصد و بالارادہ ہو۔ اور کم از کم اتنا سفر ہو کہ وہاں تک تین دنوں میں پہنچ سکتا ہو۔ تو اس سفر سے احکام بدل جاتے ہیں نماز میں قصر کی رخصت اور روزہ میں افطار کی رخصت حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ سفر اسباب مشقت میں سے ایک سبب ہے۔ خواہ مشقت ہو یا نہ ہو تاہم مطلقاً سفر کو قائم مقام مشقت کے سمجھ لیا گیا ہے۔ بخلاف مرض کے کہ وہ مختلف نوع کا ہوتا ہے بعض مرض روزہ کے لیے مضر ہوتے ہیں اور بعض مرض نہیں ہوتے۔ لہٰذا مرض میں رخصت کا تعلق نفس مرض سے نہ ہوگا بلکہ جو مرض روزہ کو ضرر دے گا وہ تخفیف کا سبب قرار پائے گا جس کا اندازہ طبیب حاذق کی رائے سے ہوگا۔ یا تجربہ اور غلبہ ظن بھی معتبر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا سفر کا یہ اثر ہوگا کہ چار رکعت والی نماز میں قصر (دو رکعت) ہے اور روزہ کے وجوب میں تاخیر ہوگی اور یہ تاخیر دوسرے زمانہ تک کے لیے ہے البتہ سفر کا یہ اثر نہ ہوگا کہ نفس روزہ کو ہی ساقط کر دے بلکہ اس رخصت کے باوجود وہ اگر روزہ رکھے تو روزہ رکھنا درست ہوگا اور فرض ساقط ہو جائیگا البتہ نفس پر ضرر کا اندیشہ ہے تو افطار اولیٰ ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔ (۲) احناف کے نزدیک نماز کے حق میں اختیار نہ ہوگا۔ بلکہ قصر پر عمل ضروری ہوگا بوجہ نص کے۔ (یعنی حدیث شریف کی وجہ سے)۔

حدیث عن عمرؓ انہ قال أنقصر الصلوٰة ونحن آمنون فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ صدقة تصدق اللہ بھا علیکم فاقبلوا صدقتہ[1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم امن کی حالت میں بھی قصر کریں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ تم اس کے عطیہ کو قبول کرو۔

---

[1] حسامی ص ۶۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک مسئلہ بعض حضرات کا قول ہے کہ ایک شخص نے صبح اس حالت میں کی کہ وہ روزہ دار ہے اس کے بعد اس نے سفر کا ارادہ کر لیا تو اس کے لیے افطار مباح نہ ہوگا کیونکہ جب اس نے روزہ کی ابتداء کر دی تو وجوب اس پر مقرر ہو چکا۔ تخفیف کا حکم شروع کرنے سے قبل کا تھا۔ اور نہ کوئی ضرورت ایسی ہے جو اسے مجبور کرتی ہے افطار کے لیے۔ بخلاف مرض کے کہ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر روزہ کی نیت کر لی اور مرض شروع ہو گیا اس نے نفس پر مشقت کو ڈال دیا تو مرض کی شدت کی وجہ سے افطار مباح ہے کیونکہ مرض ایک سماوی حکم ہے جس میں بندہ کو کوئی اختیار نہیں ہے[1]

رخصت کی تیسری قسم رخصت مجازی اتم وھو ما استبیح مع قیام المحرم وحکمہ[2]

ترجمہ: جسکو محرم اور اسکے حکم (حرمت) کے باوجود مباح قرار دیا گیا ہو۔
یعنی وہ امور جن میں مجاز رخصت ہونے کی شان بدرجہ اتم پائی جاتی ہے حقیقی رخصت نہیں اسلیے کہ انکی مشروعیت کسی کے حق میں باقی نہیں رہتی۔

اس قسم کا حکم رخصت پر عمل ضروری ہوگا اسلیے کہ عزیمت مشروع ہی نہیں ہوئی۔
مثال: گذشتہ شریعتوں کے وہ تمام احکام جو امت محمدیہ کے حق میں منسوخ کر دیے گئے جیسے کہ مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ نماز کا جائز نہ ہونا۔ ہمارے حق میں منسوخ ہو چکا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَيَضَعُ عنهم اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِي كانت عليهم[3]

ترجمہ: اور وہ اس بوجھ سے لوگوں کو نجات دلائے گا جسکے نیچے وہ دبے ہونگے اور پھندوں اور جکڑبندیوں سے نکالے گا جن میں وہ گرفتار ہونگے۔

حدیث شریف عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُعطیت خمسًا لم یعطھن احد قبلی نصرت بالرعب

---

[1] مشکوٰۃ الانوار ج ۵ ص ۱۷۸

[2] حسامی ص ٦٢

[3] الاعراف آیت ۱۵۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسیرۃ شھر وجعلت لی الارض مسجداً وطھورا فایّما رجل من امتی ادرکتہ الصلوۃ فلیصل واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعۃ وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ متفق علیہ[1]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو نہیں ملیں (۱) مجھے ایک ماہ کی مسافت سے رعب عطا کیا گیا۔ (۲) اور میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاک بنا دی گئی جہاں بھی میرے امتی کو نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لے۔ (۳) اور میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔ مجھ سے قبل کسی امت کے لیے حلال نہ تھا (۴) مجھے شفاعت کبریٰ کا حق دیا گیا ہے۔ (۵) مجھ سے پہلے نبی خاص طبقوں کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے اور مجھے تمام انسانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اس حدیث شریف میں بھی چند چیزیں مذکور ہیں جو اس امت کو ملی ہیں وہ سابقہ اُمتوں کے لیے نہ تھیں۔

اس آیت کی روشنی میں دس چیزیں گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہ سب رخصتیں ہیں جو اس امت کو ملی ہیں۔

رخصت کی چوتھی قسم رخصت مجازی غیر اَتَم

واما النوع الرابع فما سقط عن العباد مع کونہ مشروعًا فی الجملۃ کا لْعَیْنِیَّۃِ المشروطۃ فی البیع سقط اشتراطھا فی نوع منہ اصلاً وھو السلم الخ[2]

ترجمہ: چوتھی قسم وہ امور ہیں جو باوجود مشروع ہونے بعض اشخاص سے ساقط ہو جائیں۔

---

[1] مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۲

[2] حسامی مع النظامی ص ۶۳ توضیح والتلویح ص ۱۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مثال اس کی مثال یہ ہے کہ بیع میں مبیعہ کا معین ہونا ضروری اور شرط ہوتا ہے لیکن بعض انواع (جیسے بیع سلم) میں یہ شرط ساقط ہوجاتی ہے۔ (۲) اسی طرح شراب اور مردار کی حرمت بھی مکرہ (مجبور) اور مضطر (لاچار) کے حق میں ساقط ہوجاتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ کی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کر لیا گیا ہے۔ (۳) اسی طرح مدت مسح میں پاؤں کا دھونا ساقط ہوجاتا ہے کیونکہ حدیث اس کے پاؤں میں سرایت نہیں کرتی۔ (۴) اسی طرح نماز میں قصر مسافر کے حق میں رخصت ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رخصت حقیقیہ ہے؟

اس قسم کا حکم اس قسم کا حکم یہ ہے کہ جن کے حق میں رخصت ہے ان کا رخصت پر عمل کرنا لازم ہے لے

وجہ تسمیہ پہلی دو قسموں کو رخصت حقیقی اس لیے کہا گیا ہے کہ ان دونوں میں عزیمت میں مشروعیت باقی رہتی ہے اور ان میں پہلی اولیٰ کہلاتی ہے کہ اس میں مطلقاً عزیمت پر عمل بہتر ہے۔ اور دوسری غیر اولیٰ اس لیے کہلاتی ہے کہ اگر جان کے ضیاع کا خوف نہ ہو تو عزیمت پر عمل بہتر ورنہ رخصت پر عمل ضروری ہوتا ہے اور بعد کی دو قسموں کو رخصت مجازی اس لیے کہا گیا ہے کہ ان دونوں میں عزیمت کا پہلو مشروع نہیں رہتا پہلی ہر ایک کے حق میں ہے اس لیے اس کو اتم کہا گیا ہے اور دوسری ان لوگوں کے حق میں جن کے لیے رخصت رکھی گئی ہے اس لیے اسکو غیر اتم کہا گیا ہے؟

رخصت و اباحت میں فرق والفرق بین الاباحۃ والرخصۃ ان فی الرخصۃ لایباح ذالک الفعل بان ترفع الحرمۃ بل یعامل معاملۃ المباح فی دفع الاثم وفی الاباحۃ ترتفع الحرمۃ ۲ے

لے اصول فقہ مولانا محمد عبید اللہ الاسدی ص ۴۵

۲ے مشکوٰۃ الانوار شرح نور الانوار ج ۵ ص ۱۸۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ : رخصت و اباحت کے درمیان فرق یہ ہے کہ رخصت میں وہ فعل مباح نہ ہوگا بایں طور کہ حرمت اس فعل کی ختم ہو جائے گی بلکہ گناہ کے رفع میں اس کے ساتھ وہ معاملہ ہوگا جو کہ کسی مباح فعل میں ہو اکرتا ہے اور اباحت والی شکل میں حرمت ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اور بعض مشائخ فرماتے ہیں مستقل طور پر اباحت کے ذکر کی ضرورت نہیں رہ جاتی کیونکہ اباحت فرض اور رخصت میں داخل ہے کیونکہ اباحت سے مراد صبر کرنے میں اباحت فعل مع الاثم ہے تو وہ فرض ہے اور اگر اباحت سے مراد فعل بغیر گناہ کے ہے صبر کرنے میں تو وہ رخصت ہے۔

مثلاً مجبور روزہ دار مسافر (بوجہ اکراہ) کے لیے افطار فرض ہے اور مجبور روزہ دار مقیم ہے تو (بوجہ اکراہ) افطار رخصت کے درجہ میں ہے[1]

ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی کا نظریہ

حکم الرخصة الاباحة مطلقاً من حيث هي رخصة

والدليل على ذالك امور احدها موارد النصوص عليها الخ[1]

ترجمہ : رخصت کا حکم مطلقاً اباحت ہے رخصت ہونے کی حیثیت سے ہے۔ یعنی وجوب اور ندب (مستحب) کی کوئی شرط نہیں ہے۔ اور اس پر قرآن و حدیث سے بہت سے شواہد موجود ہیں۔

(۱) قوله تعالى فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم عليه[2]

ترجمہ : جو شخص لاچار ہو جائے نہ سرکشی اور حد سے تجاوز کرتے ہوئے پس اس پر کوئی گناہ نہیں۔

(۲) فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لاثم[3]

---

[1] الشاطبی الموافقات ج اول ص ۳۰۷

[2] بقرة

[3] مائدہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: جو شخص مجبور بھوک کی وجہ سے نہ میلان ہو بے گناہ کی طرف۔

(۳) من كفر بالله من بعد ايمانه الا من اكره وقلبه مطمئن بالايمان [1]

ترجمہ: جو شخص کفر کرے اللہ کے ساتھ ایمان کے بعد مگر جو مجبور کیا گیا اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ

وفى الحديث: ان الصحابة كانو يسافرون مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فمنهم القاصر ومنهم المتم ومنهم الصائم ومنهم المفطر لا يعيب بعضهم على بعض [2]

ترجمہ: اور حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے بعض نماز میں قصر کرتے بعض نہ کرتے بعض روزہ افطار کرتے بعض نہ کرتے اور ایک دوسرے پر کوئی عیب نہیں لگاتے تھے۔

وذلك يدل على الاباحة۔ اور یہ بات اباحت مطلقہ پر دلالت کرتی ہے۔

(۲) والثانى ان الرخصة اصلها التخفيف عن المكلف ورفع الحرج عنه حتى يكون من ثقل التكليف فى سعة واختيار بين الاخذ بالعزيمة وبين الاخذ بالرخصة [3]

ترجمہ: رخصت کی اصل مکلف سے حرج کو رفع کرنا اور تخفیف پیدا کرنا ہے حتیٰ کہ تکلیف کے بوجھ سے اس کو عزیمت و رخصت دونوں پر عمل کرنے کا اختیار اور وسعت ہوتی ہے وهذا اصله الاباحة۔ اور اباحت کی اصل بھی یہی ہے۔

(۳) والثالث انه لو كانت الرخص ما مورا بها ندبا اووجوبا لكانت عزائم لا رخصا فالواجب هو الحتم والازم الذى لاخيرة فيه [3]

---

[1] النحل

[2] الموافقات ج اول ص ۳۰۸

[3] ایضاً ص ۳۰۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ : اگر رخصت میں ندب یا وجوب کی قید لگائی جائے (بعض صورتوں میں واجب ہے بعض صورتوں میں مستحب) تو وہ عزیمت بن گئی نہ کہ رخصت کیونکہ واجب تو وہ حتمی اور لازمی چیز ہوتی ہے جس میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

جیسے کہ حدیث شریف میں ہے :

ان اللہ یحب ان تؤتی رخصۃ کما یحب ان تؤتی عزائمہ -

ترجمہ : یقیناً اللہ تعالیٰ رخصت پر عمل کو پسند فرماتے ہیں جیسے کہ عزیمت پر عمل کو پسند کرتے ہیں۔

اباحت سے مقصود رفع حرج ہے نہ تخییر

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں اباحت (جو رخصت کی طرف منسوب ہے) سے مقصود رفع حرج (تنگی اٹھانا) ہے نہ کہ تخییر یعنی کرنے یا نہ کرنے کے معنی میں نہیں ہے۔

فالذی یظھر من نصوص الرخص انھا بمعنی رفع الحرج لا بالمعنی الاخر ۔ کذالک قولہ (فمن کان منکم مریضًا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر) ولم یقل فلہ الفطر ولا فلیفطر ولا یجوز لہ بل ذکر العذر الی اخرہ لہ

ترجمہ : جیسا کہ رخصت کی نصوص (اثباتی دلائل) سے ظاہر ہوتا ہے کہ رخصت رفع حرج کے معنی میں ہے نہ کہ دوسرے معنی (تخییر) میں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے کہ جو شخص تم میں سے مریض ہو یا مسافر ہو وہ روزہ دوسرے ایام میں پورا کرے اس آیت میں افطار کرنے کے جواز یا عدم جواز کا ذکر نہیں ہے بلکہ محض عذر کا ذکر ہے اور دوسرے ایام میں قضا کرنے کا حکم ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ [2]

---

[1] الموافقات ج اول ص ۳۱۹

[2] النساء پ ۵ آیت ۱۰۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: پس تم پر نماز میں قصر کرنے کا کوئی حرج نہیں۔
اس آیت میں بھی یہی حکم ہے کہ تمہیں قصر کرنا چاہیے یہ نہیں کہ فلکم ان تقصروا تمہیں اختیار ہے کہ قصر کرو یا نہ کرو۔

واما الاباحة بمعنی التخییر ففی قوله تعالیٰ (نساءکم حرث لکم فأتوا حرثکم أنی شئتم) وکذالك قوله تعالیٰ وکلا منها رغداً حیث شئتما [1]

ترجمہ: اباحت جو تخییر کے معنی میں ہے اس کی مثالیں اللہ تعالیٰ کے یہ فرمان ہیں کہ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جب چاہو آؤ۔ اور اسی طرح (اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا کو فرمایا) اور اس جنت میں سے مزے سے لے کر کھاؤ جہاں سے تمہاری منشا ہو۔

ارکان اسلام میں رخصت کی مثالیں

اسلام کے پانچ ارکان ہیں: جب کوئی شخص اسلام قبول کر لیتا ہے تو اسے بقیہ ارکان پر عمل کرنے کے لیے تکلیف مالایطاق (طاقت سے زیادہ تکلیف) نہیں دی گئی بلکہ حکم دیا گیا ہے کہ جس طرح سے تجھے آسانی ہو اسی طرح حکم پورا کر۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے۔

ان هذا الدین یسر ولن یشاد الدین احد الاغلبه رواه الشیخان [2]

ترجمہ: یہ دین سراپا یُسر (آسان) ہے جو اس میں سختی پیدا کرے گا اس پر وہی سختی مسلط ہو جائے گی۔

نماز

کلمہ پڑھنے کے بعد اشرف العبادت نماز ہے جسکی ادائیگی ہر مسلمان پر فرض ہوتی ہے مگر اس میں بھی چند قیود اور شرطیں لگائیں۔

(۱) نابالغ بچے پر نہیں بلکہ بالغ عاقل پر ہے۔

(۲) عورت پر بحالت حیض و نفاس میں نہیں۔ کیونکہ بہ نسبت مرد کے وہ صنف نازک ہے اس حالت میں بھی نماز ضروری ہو تو حرج میں ڈالنا ہوگا۔

---

[1] الموافقات ج اول ص ۳۲۰

[2] بحوالہ آسان دین ص ۲۸۷ مولانا محمد جعفر پھلواری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳) بیمار جو کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھے رکوع سجدہ نہ کر سکے تو اشارے سے پڑھے۔ بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھے اور اگر کسی طرح ممکن نہ ہو تو نماز موقوف ہو جائے گی جب صحت ہو گی تو ادا کرے۔

(۴) سفر میں مشقت ہوتی ہے لہٰذا چار کی بجائے دو رکعت پڑھے اور سنت و نفل معاف ہے۔

غلو فی العبارت منع ہے۔

۲۔ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دو ستونوں کے درمیان رسی بندھی ہوئی دیکھی۔ پوچھا یہ کیا ہے یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتظام ہے وہ جب طویل قیام سے تھک جاتی ہیں تو اس کا سہارا لے لیتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کھول دو جب تک طبیعت پر بوجھ نہ ہو نماز پڑھو اور جب تھک جاؤ بیٹھ جایا کرو۔ (رواہ البخاری والنسائی)

۳۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ أَفَتَّانٌ أَنْتَ يَا مُعَاذ : کیا تو طویل نماز پڑھا کر لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ لہٰذا امام کو حکم دیا کہ نماز مختصر پڑھائے۔

زکوٰۃ دوسرا رکن زکوٰۃ ہے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی تذکرہ قرآن میں جابجا موجود ہے مگر یہ بھی ہر شخص پر نہیں بلکہ عاقل بالغ صاحبِ نصاب پر فرض ہے اور سال میں ایک مرتبہ ہے اور چالیسواں حصہ ہے

نیز تمام ضروریات زندگی اس سے مستثنیٰ ہیں ضرورت زندگی میں غذائیات۔ پہننے۔ اوڑھنے۔ بچھانے کے سامان۔ مکان۔ سامان نوشت و خواند۔ سواریاں صنعت و حرفت کا ساز و سامان وغیرہ جانور میں زکوٰۃ تب ہے جبکہ سال کا اکثر حصہ باہر چرتے ہوں۔

نیز زکوٰۃ میں عمدہ مال نہ لیا جائے درمیانہ قسم مال وصول کیا جائے۔

روزہ تیسرا رکن روزہ ہے عاقل و بالغ پر ہے۔ عورت پر حیض و نفاس کی حالت میں روزہ ساقط ہے بعد میں قضا کرے۔

نیز سال میں ایک ماہ ہے صوم الدھر (یعنی ساری عمر روزہ رکھنا) سے منع فرمایا۔ صوم وصال سے منع فرمایا۔ سفر میں روزہ کی مشقت کی وجہ سے رخصت عنایت فرمائی لیس من البر الصیام فی السفر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حج چوتھا رکن حج ہے یہ بھی ہر شخص پر فرض نہیں بلکہ عاقل بالغ پر اور جس کے پاس حج کا خرچہ گھریلو اخراجات سے فاضل ہو صحت مند ہو۔ سفر میں خطرہ جان و مال بھی نہ ہو مقروض نہ ہو۔

خلاصہ یہ تمام سہولیات جو ارکان اسلام میں دی گئی ہیں اور ان کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس بات کو واضح کر رہی ہیں کہ شریعت کا مقصود بندگان خدا پر آسانیاں اور سہولتوں کا پیدا کرنا ہے اور جہاں کہیں بندہ مشقت اٹھاتا ہے تو اس کو اجر و انعام زیادہ دیا گیا ہے اور اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے میں بھی یہی راز ہے۔ کہ اس میں آسانیاں ہی آسانیاں ہیں رخصتیں ہی رخصتیں ہیں۔

نفاذ حدود میں رخصتیں اسلام میں حدود و تعزیرات بظاہر شدت و مشقت نظر آتی ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے مالہٗ و ماعلیہ پر نظر ڈالی جاوے تو یہ انسانی مشقت کو دور کرتی نظر آتی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

ولکم فی القصاص حیوۃ یاولی الالباب[1]

ترجمہ: اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو۔

۲۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو ہدایات دی گئیں ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو حد نافذ کرنے میں احتیاط برتو۔ ملاحظہ ہو:

ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام ان یخطئ فی العفو خیرله من ان یخطی فی العقوبة[2]

ترجمہ: تم سے جہاں تک ممکن ہو سکے مسلمانوں کو حدود سے بچاؤ کوئی صورت بھی اس سے محفوظ رہنے کی نکل سکے تو اسے بچاؤ کیونکہ امام کے لیے معافی میں چوک جانا سزا میں چوک جانے سے بہتر ہے۔

ادرئ الحدود بالشبہات۔

ترجمہ: کوئی شبہ پیدا ہو جائے تو حدود کو اٹھا لو۔

---

[1] البقرہ آیت ۱۷۹

[2] ترمذی ج اول ص ۲۰۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اذا ضرب احدکم فلیتق الوجه[1]

ترجمہ: حد لگاتے وقت چہرہ پر مارنے سے بچو۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک عورت بنی ازد قبیلہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی بدکاری کی چار حلفیہ شہادتیں پیش کرتی ہے۔ ہر بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا۔ اس نے کہا میں حاملہ ہوں فرمایا بچہ پیدا ہونے کے بعد آنا اس نے کہا بچہ پیدا ہوگیا ہے فرمایا دودھ چھڑانے کے بعد آنا رضاعت کرنے کے بعد وہ آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری فرمائی[2]

حد زنا

حد زنا میں ایسی شرطیں لگائیں کہ جن کا پورا ہونا مشکل ہوتا ہے اور وہ ہے چار چشم دید گواہ (کالمیل فی المکحلۃ) (سرمے دانی میں سرمچوں)

بیک وقت اتنے آدمیوں کا موجود ہونا ناممکن ہوتا ہے اس لیے حد کا قیام بھی ناممکن ہوتا ہے معلوم ہوا کہ شریعت میں ہر حکم اور ہر قانون رخصت اور وسعت پر محمول ہے۔

بغیر وجہ شرعی رخصت پر عمل کرنے کی وعید

امام ابو اسحاق الشاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بہت بسط و تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ شریعت نے جن مشکل اور مشقت کے کاموں میں مخرج (نکلنے کا راستہ) بنایا ہے تو شارع کا قصد یہ ہے کہ مکلّف اگر چاہے تو ان کو اختیار کرے اگر اسی وجہ مشروعہ کے مطابق عمل کرے تو حکم شارع پر عمل متصوّر ہوگا۔ اگر رخصت پر عمل نہ کرے گا تو دو خرابیاں پیدا ہونگی۔ (۱) قصد شارع کی مخالفت (۲) ابواب تیسیر کو بند کرنا۔

فاذا کان کذالک فالمکلف فی طلب التخفیف مامور ان یطلبه من وجه المشروع۔

ترجمہ: پس جب معاملہ یہ ہے تو مکلّف کو اس بات کا حکم ہے کہ وہ مشروع طریقہ پر تخفیف و رخصت کا طالب ہو۔

---

[1] ابوداؤد ج اول

[2] ترمذی ج ۱ ص ۲۰۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر وہ شرعی قواعد و اصول کے مطابق رخصت کا طالب ہوگا تو حالاً اور مالاً (دنیا و آخرت) رخصت کی برکات حاصل کر سکے گا اور اپنے فریضہ سے بری ذمہ ہو سکے گا اور طلب تخفیف بغیر طریقہ شرع کے کرے گا تو وہ خدا کی پکڑ اور غضب سے نہ نکل سکے گا اور برکت کی بجائے نحوست اور فراخی کی بجائے مزید تنگی پیدا ہوگی۔

ویدل علی ھذا من الکتاب قولہ تعالیٰ ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجًا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومفہوم الشرط ان من لا یتقی اللّٰہ لا یجعل لہ مخرجًا [۱]

ترجمہ: اور اس پر قرآن حکیم میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق ملتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور من شرطیہ کی قید سے مفہوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا تو اس کے لیے نکلنے کی راہ نہیں بناتا۔

وعن الربیع بن خیثم فی قولہ (وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ الخ) قال من کل شئ ضاق علی الناس وعن ابن عباس من یتق اللّٰہ ینجہ من کل کرب فی الدنیا والاخرۃ [۲]

ترجمہ: حضرت ربیع بن خیثم رضی اللہ عنہ سے وَمن یتق اللّٰہ الخ کا مفہوم منقول ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکے لیے نکلنے کا راستہ بناتے ہیں ہر اس چیز سے جو لوگوں پر تنگی پیدا کرتی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت کی مصیبتوں سے نجات دیتا ہے۔

وخرج اسماعیل القاضی عن سالم بن ابی الجعد قال جاء رجل من اشجع الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فذکر الجھد فقال لہ النبی صلی اللّٰہ

---

[۱] الموافقات ج اول ص ۳۷۷

[۲] ایضاً۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیه وسلم (اذهب فاصبر) وکان ابنه اسیرًا فی ایدی المشرکین فافلت من ایدیهم فاتاه بغنیمة فأتی النبیّ صلی اللہ علیه وسلم فاخبره فقال له النبی صلی اللہ علیه وسلم طیّبة"۔

ترجمہ: قاضی اسمٰعیل حضرت سالم بن ابی الجعد سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنی مشقت کا تذکرہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ صبر کرو وہ چلا گیا اور صبر کیا اس کا بیٹا مشرکوں کے ہاتھ میں قیدی تھا وہ انکے ہاتھوں سے چھوٹ گیا اور مال غنیمت لے آیا اس نے آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا حلال ہے اور یہ آیت اتری ومن یتق اللہ یجعل له مخرجًا۔

حدود اللہ سے تعدّی وتجاوز

جو شخص بغیر وجہ شرعی رخصت کے حیلے بہانے کرتا ہے تو وہ حدود اللہ سے تجاوز کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں میں دھوکہ بازی سے کام لیتا ہے ایسا شخص کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کامیابی و فلاح و نجات کا وعدہ تو حدود اللہ پر قائم رہنے میں ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ [1]

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔

(۲) فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا ینکثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عَاهَدَ عَلَیْهُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتیه اجرًا عظیمًا [2]

ترجمہ: سو جو کوئی عہد توڑے گا تو اس کے عہد توڑنے کا وبال اس پر پڑے گا اور جو کوئی اس چیز کو پورا کرے گا جسکا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ اسے عنقریب بڑا اجر دیگا۔

انسان کی عقل ناقص ہے

وہ مصلحتیں جو بندے کے احوال کے ساتھ متعلق ہیں ان کو کما حقہ بندے کا خالق اور واضع جانتا ہے اور بندے کو محض چند وجوہ

---

[1] سورۃ الطلاق: ۱

[2] سورۃ الفتح: ۱۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا علم ہے اور یہ بات کسی پر مخفی نہیں بسا اوقات انسان اپنی مصلحت کے لیے کوشش و تدبیر کرتا ہے مگر وہ اس تک نہیں پہنچ سکتا یا دنیاوی مصلحت و فائدہ تو حاصل کر لیتا ہے مگر آخرت میں اس کا نقصان ہوتا ہے اور بہت سے مُدبّر عقلمند کسی معاملے میں غور و فکر کرتے ہیں مگر ان کو کوئی ثمرہ حاصل نہیں ہوتا تو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا جنہوں نے آکر انسانی مصلحتوں اور مضرتوں پر روشنی ڈالی اور ان کے حصول کے اصول و قواعد بتائے اور رخصت و عزیمت کے اسباب سمجھائے اب اگر کوئی شخص ان اصول و قواعد سے ہٹ کر اپنے نفس کی اتباع کرتے ہوئے شرعی حکم میں ناجائز حیلہ تراشے گا تو اللہ تعالیٰ کی مدد ہرگز حاصل نہ کر سکے گا اور اپنی مراد کے حصول میں خائب اور خاسر رہے گا۔

(اعاذنا اللہ منہ) [۱]

عزیمت کی قسمیں اور ان کا حکم

والعزیمة اقسام اربعة فرض وواجب وسنة ونفل فالفرض ماثبت وجوبه بدليل لاشبهة فيه [۲]

ترجمہ: عزیمت کی چار قسمیں ہیں: (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) نفل۔

فرض کی تعریف

جسکے کرنے کا مطالبہ کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ دلیل قطعی کا مطلب ہوتا ہے جسکی صحت میں کوئی شبہ نہ ہو اور سب کا اس پر اتفاق ہو۔

فرض کا حکم

وحكمه اللزوم علمًا وتصديقًا بالقلب وعملاً بالبدن حتى يكفر جاحده ويفسق تاركه بلاعذر۔

ترجمہ: فرض کا حکم یہ ہے کہ اس کے ثبوت کا علم قطعی حاصل ہو اور دل کے ساتھ تصدیق و یقین اور بدن سے عمل ضروری ہے ان کا انکار کفر اور بلا عذر شرعی چھوڑنا فسق ہے۔

اقسام فرض

فرض کی دو قسمیں ہیں:

الف۔ فرض عین۔ ب۔ فرض کفایہ۔

---

[۱] الموافقات للشاطبی ج اول ۳۴۹

[۲] حسامی ص ۵۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرض عین | جسکے کرنے کا لازمی مطالبہ ہر ایک سے ہو جیسے پنجوقتہ نماز۔

فرض کفایہ | جسکے کرنے کا لازمی مطالبہ پوری جماعت وبستی سے اس طور پر ہو کہ بعض افراد کرلیں تو سب سے مطالبہ ساقط ہو جائے گا ورنہ سب گناہگار ہوں گے جیسے نماز جنازہ [۱]

فقہاء کا قول | فقہاء کے نزدیک فرض کا اطلاق مکمل فعل پر بھی ہوتا ہے اور فعل کے ان ضروری اجزاء پر بھی کہ جن کے وجود پر فعل کا شرعی وجود موقوف ہوتا ہے خواہ وہ اصل فعل سے پہلے کئے جائیں یا اس کے اندر اگر اصل فعل سے پہلے ان کا کیا جانا ضروری ہو تو رکن کہتے ہیں۔ مثلاً پوری نماز کو بھی فرض کہتے ہیں اور اس کے شرعی وجود و اعتبار کے لیے کئے جانے والے اعمال جو اس سے پہلے کئے جاتے ہیں جیسے ستر عورت۔ استقبال قبلہ۔ وغیرہ کو شرط کہتے ہیں اور جو اس کے اندر کئے جاتے ہیں جیسے رکوع وسجدہ وقرأت وغیرہ جن کو ارکان کہتے ہیں ان سب کو بھی فرض کہتے ہیں [۲]

عزیمت کی دوسری قسم واجب | والواجب ما ثبت وجوبه بدليل فيه شبهة [۳]

ترجمہ: جس کے کرنے کا لازمی مطالبہ کسی ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں کسی اعتبار سے شبہ ہو۔

واجب کا حکم | ثبوت کا گمان غالب ہو اور بدن سے عمل بھی ضروری ہو بغیر کسی تاویل کے انکار گمراہی اور بغیر تاویل وعذر کے چھوڑنا گناہ ہے۔

مثال | جیسے قربانی واجب ہے اور اس کا ثبوت آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ سے ہے جس کا ثبوت تو قطعی ہے اس لیے کہ قرآنی آیت ہے مگر مفہوم ظنی ہے اس لیے کہ متفق علیہ نہیں ہے دوسرا مفہوم بھی مراد لیا گیا ہے۔

(۲) نماز وتر واجب ہے اس کا ثبوت غیر متواتر روایات سے ہے جن کے ثبوت میں عدم تواتر کی بنا پر شبہ ہے ہاں مفہوم شبہ سے خالی ہے اور ساتھ ہی لزوم کا قرینہ موجود اوّلاً حضور صلی اللہ

---

[۱] حسامی ج ۱ ص ۲۳۴

[۲] شامی ج ۱ ص ۶۴ اصول فقہ مولفہ مولانا عبید اللہ الاسعدی ص ۳۰

[۳] حسامی ۵۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیہ وسلم کا قولاً تاکید کرنا (دوم) عملاً اس کی پابندی کرنا۔

مصداق فرض وواجب

کبھی واجب کا اطلاق فرض و واجب دونوں پر ہوتا ہے جیسے کہ لفظ فرض دونوں کے لیے استعمال کر لیا جاتا ہے اس صورت میں دونوں کے درمیان فرق یوں کیا جاتا ہے کہ فرض اصطلاحی کو اعتقادی و واجب اور واجب اصطلاحی کو عملی فرض و واجب کہتے ہیں اس لیے کہ اول کے لزوم کا دل سے یقین بھی ضروری ہے اور دوم پر صرف عمل ضروری ہے یقین نہیں[۱]۔

مقدمات فرض وواجب

مقدمات فرض اور واجب کا بھی وہی حکم ہے جو فرض اور واجب کا ہے یعنی جن چیزوں پر کسی فرض اور واجب کا صحیح اور مکمل ہونا موقوف ہو وہ بھی فرض اور واجب قرار پاتی ہیں جیسے نماز کے لیے وضو فرض ہے کیونکہ نماز کا صحیح ہونا وضو پر موقوف ہے[۲]۔

فرضیت و وجوب کے ثبوت کے ذرائع

وجوب اور فرضیت کے ثبوت اصولی طور پر تین ذرائع ہیں۔ (الف) جن کا لغوی مفہوم ہی لزوم کا ہو جیسے فَرَضَ - وَجَبَ - اَوْجَبَ - کُتِبَ عَلَیْہِ - قَضٰی - ان سب الفاظ کا لغوی معنی لزوم ہوتا ہے۔

(ب) وہ الفاظ جو صرفی و نحوی اعتبار سے لزوم کا مفہوم رکھتے ہوں جیسے فعل امر یا مصدر قائم مقام امر جیسے فَضَرْبَ الرِّقَابِ : اس میں ضَرْبَ مصدر اِضْرِبُوا فعل امر کے قائم مقام ہے۔

(ج) غیر فعل امر جبکہ فرضیت و وجوب کا تقاضہ کرنے والے قرائن موجود ہوں جیسے :

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ [۳]

ترجمہ : اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال پورے دودھ پلائیں۔

اس میں یُرْضِعْنَ فعل مضارع امر کے معنیٰ میں ہے۔

عزیمت کی تیسری قسم سنت

والسنة الطريقة المسلوكة في الدين [۴]

ترجمہ : وہ راستہ جس پر دین میں چلنا پڑتا ہے۔

---

[۱] التوضیح ص ۶۱۰ شامی ج ۱ ص ۷۴ اصول فقہ ص ۳۱

[۲] فواتح الرحموت ج اول ص ۶۵ اصول الشاشی ص ۳۴

[۳] البقرہ ۲۳۳

[۴] حسامی ص ۵۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سنت کا حکم

لزوم کے بغیر کرنے کی تاکید۔ کرنے والا مستحق تعریف وثواب اور نہ کرنے والا مستحق ملامت وعتاب ہے۔ اور سنت شعار اسلام ہو تو اس کے ترک پر قتال بھی واجب ہے جیسے اذان شعار اسلام ہے اس کے ترک پر اسلامی حکومت پر قتال واجب ہے [۱]

سنت کا مصداق

سنت کا مصداق وہ امور ہیں جن کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ سے ہو خواہ یہ ثبوت قولاً ہو یا فعلاً یا تقریراً۔ (یعنی وہ کام آپ کے سامنے کیا گیا اور آپ خاموش رہے ہوں) کبھی سنت کا اطلاق واجب پر بھی ہوتا ہے۔

اقسام سنت

سنت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) سنت ہُدیٰ (۲) سنت زوائد۔

سنت ہُدیٰ

وہ امور جن کا ثبوت بطور عبادت اہتمام کے ساتھ ہو اور وہ فرض اور واجب کو مکمل کرنے والی ہو جیسے اذان واقامت وجماعت۔ اسی کا دوسرا نام سنت مؤکدہ ہے اور سنت کا جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ اسی قسم کا ہے۔

سنت زائدہ

وہ امور جن کا ثبوت یا تو بطور عادت ہو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا۔ پہننا۔ چلنا وغیرہ یا بطور عبادت کیا مگر وہ فرض وواجب کے لیے مکمل کی حیثیت سے نہ ہو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طویل نماز پڑھنا حتیٰ کہ پاؤں پر ورم آجاتا تھا [۲]

سنت مؤکدہ کی اقسام

سنت ہدیٰ (مؤکدہ) کی دو قسمیں ہیں:

(۱) سنت مؤکدہ علی العین (۲) سنت مؤکدہ علی الکفایہ۔

سنت مؤکدہ علی العین

وہ ہے جس کے کرنے کا لازمی مطالبہ تاکید کے ساتھ ہر ایک سے کیا گیا ہو جیسے جماعت کی نماز (۲) تراویح کی نماز۔

سنت مؤکدہ علی الکفایہ

جس کے کرنے کا مطالبہ غیر لازمی طور پر ہو اس طور پر کہ بعض کے کر لینے سے پوری جماعت بری قرار پائے ورنہ پوری جماعت مستحق

---

[۱] شامی ج اول ص ۵۶۳ درمختار ص ۷۰۔

[۲] التوضیح ص ۶۱۰ شامی ج ا ص ۷۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گرفت وملامت ہو جیسے نماز تراویح کی جماعت اور رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف لے

ثبوت سنت کے ذرائع

ثبوت سنت کے ذرائع دو ہیں (۱) قولی (۲) فعلی۔

الف: قولی یہ ہے کہ اس کے کرنے کا مطالبہ کسی ایسے قرینہ کے ساتھ ہو جو وجوب سے مراد لینے پر دلالت کرتا ہو یا ایسی تاکید کے ساتھ ہو جو وجوب کی تاکید سے کمتر ہے۔

(ب) فعلی یہ ہے کہ کبھی بغیر عذر اس کو چھوڑنے کے ساتھ اکثر وبیشتر پابندی سے اس کے کرنے کا اہتمام نہ کیا گیا ہو ۲ے

عزیمت کی چوتھی قسم نفل

والنفل اسم للزیادۃ۔

نفل زائد عبادت کا نام ہے۔

نفل کا دوسرا نام ہے مندوب۔ ادب۔ تطوع۔ مستحب وغیرہ

نفل کا حکم

کرنے والے کو ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے والے پر کوئی عتاب نہیں کیا جاتا ہاں اگر شروع کر دیا تو پورا کرنا واجب ہے ۳ے

انکار سنت و مستحب

اگر سنت یا مستحب کا ثبوت ایسی دلیل سے ہو جس میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں تو اس کا انکار بھی کفر ہے مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَشْهِدُوا ذَوَیْ عَدْلٍ مِنْكُمْ (دو عادل گواہ بناؤ اپنے اندر سے) بعض معاملات میں دو گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم استحبابی ہے ۴ے

عزیمت پر کرنیوالوں کے چند واقعات

جیسا کہ سابقہ تحریر میں واضح کیا جا چکا ہے کہ طبائع ایسی ہیں جنکو مشقت میں حلاوت اور مصیبت میں قلبی راحت اور مضرت میں مسرت حاصل ہوتی ہے وہ اتنے حلیم اور متحمل ہوتے ہیں کہ حکم الٰہی پر عمل میں ہر تکلیف کو صبر واستقلال کے ساتھ برداشت کرتے ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہیے۔ کیونکہ انسان طبعاً ضعیف پیدا

لے شامی ج ۱ ص ۳۶۱

۲ے فتح القدیر ج اول ص ۴۰۷

۳ے حسامی ص ۶۰ عمدۃ الرعایہ ص ۱۵ شامی ج ۱ ص ۷۸۱

۴ے شرح مسلم الخیر آبادی ص ۱۰۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا گیا ہے (خُلِقَ الْاِنسَانُ ضَعِیْفًا) اور کاہل اور غافل ہے کہ ایک رخصت دی جائے جلتے تو اس سے متعدد رخصتیں نکالنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ کسی طرح عمل سے بچ جائے۔ اس طرح تو شریعت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ تو چند اشخاص ایسے بھی دنیا میں پیدا کیے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم اوّلی (عزیمت) اصلی شکل میں باقی رکھتے ہیں۔ اس طبقہ انسانی میں اولین طبقہ تو انبیاء علیہم السلام کا ہے جنہوں نے تبلیغ توحید و تنفیذ شریعت میں اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال دیا اور انہیں مصائب و شدائد سے پہاڑوں نے بھی ایک قدم پیچھے نہ ہٹایا حتیٰ کہ خود اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا[۱]

ترجمہ: پس شاید کہ تو ہلاک کرنے والا ہے اپنی جان کو ان کے پیچھے اگر نہ ایمان لاویں وہ اس بات پر غم کے مارے۔

ہمارے پیغمبر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ کہ مجھے بنسبت دیگر انبیاء کے زیادہ ستایا گیا۔

اور صحابہ کرامؓ میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہمارے سامنے مشرک آپ کو بے حد تکلیفیں دیتے تھے یہاں تک کہ سخت گرمیوں میں پوری تیز دھوپ میں آپ کو لٹا کر آپ کے سینے پر بھاری وزنی پتھر رکھ دیا کہ اب نجات پانی ہے تو شرک کر و لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور خدا کی توحید احد احد کے لفظ سے بیان فرماتے رہے بلکہ فرماتے واللہ اگر اس سے بھی زیادہ تمہیں چبھنے والا کوئی لفظ میرے علم میں ہوتا میں وہی کہتا۔

حضرت خبیبؓ کا واقعہ

اسی طرح حضرت خبیب کا واقعہ ہے کہ جب ان سے مسلمہ کذاب نے کہا کیا تو میرے رسول ہونے کی گواہی نہیں دیتا آپ نے فرمایا نہیں اس پر اس جھوٹے کذاب نے آپ کے ایک ایک عضو کاٹ ڈالنے کا حکم دیا ہر عضو کاٹنے کے بعد پھر یہی کہا جاتا مگر آپ انکار کرتے رہے۔ اور کلمہ کفر نہ کہا۔

حضرت عبداللہؓ بن حذافہ سہمی کا واقعہ

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابی کے ترجمہ میں ذکر کرتے ہیں کہ آپ کو رومی کفار

---

[۱] الکہف پ۱۵ آیت ۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ تو میں تجھے حکومت میں شامل کر لوں گا اور اپنی لڑکی سے تمہاری شادی بھی کر دوں گا چاہے تم مجھے ساری حکومت دیدو تب بھی میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمدی سے نہ پھروں گا۔ بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کر دونگا حضرت ابن حذافہ نے فرمایا تمہاری مرضی ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے انہیں صلیب پر چڑھانے کا حکم دیا اور تیر اندازوں نے ان کے پاؤں اور جسم کو چھیدنا شروع کر دیا بار بار کہا جاتا کہ اب نصرانیت قبول کر لو اور آپ پورے استقلال سے فرماتے جاتے ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

پھر بادشاہ نے ایک پیتل کی دیگ میں تیل گرم کرایا اور حضرت عبداللہ کے سامنے ایک دوسرے مسلمان کو اس میں ڈال دیا وہ چرمر ہو کر رہ گئے اور گوشت پوست جل گیا۔ پھر حضرت عبداللہ سے کہا اب بھی وقت ہے دین کو چھوڑ دو ورنہ تجھے بھی اس دیگ میں جلا دیا جائے گا حضرت عبداللہ نے ایمانی جوش سے فرمایا ناممکن ہے کہ میں خدا کے دین کو چھوڑ دوں۔ بادشاہ نے حکم دیا اس کو چرخی پر چڑھا کر دیگ میں ڈال دو جب چرخی پر چڑھایا تو عبداللہ بن حذافہ کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا رک جاؤ پوچھو شاید عبداللہ کا ارادہ نصرانی بننے کا ہو گیا ہے۔ جب پوچھا تو عبداللہ بن حذافہ نے فرمایا کہ میں اس واسطے رو رہا ہوں کہ میری ایک جان ہے کاش کہ میری روئیں روئیں میں ایک جان ہوتی تو میں ہر ایک جان راہِ اللہ میں قربان کرتا[1]

ایک روایت میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں خنزیر کا گوشت اور شراب دی جاتی تھی مگر آپ بھوکے رہ جاتے ان کی طرف توجہ بھی نہ فرماتے۔

بادشاہ نے پوچھا کیوں نہیں کھاتے حضرت عبداللہ نے فرمایا اس حال میں مجھ پر حلال تو ہو گیا ہے مگر میں خدا کے دشمن کو خوش نہیں کرنا چاہتا۔ تو بالآخر بادشاہ نے کہا اچھا میرے سر کا بوسہ لے لو میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو رہا کر دوں گا آپ نے اسے دوسرے مسلمانوں کی خاطر قبول کر لیا اور اسکے سر کا بوسہ لیا بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کر دیا اور آپ کو آپ کے ساتھیوں کو رہا کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عبداللہ بن حذافہ کا بوسہ لیا[2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر اردو ج ۳ ص ۶۰

[2] ایضاً ۶۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاصہ اس طرح کے بہت سے واقعات سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اس لیے ہمیں انہیں نجوم ہدایت کو مشعل راہ بنانا چاہیے اور بلاوجہ شرعی تاویلات کا سہارا لے کر حکم خداوندی سے روگردانی نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دین میں ثابت قدمی نصیب کرے۔ آمین

اسلامی حدود اور اُن کا فلسفہ

تالیف

مولانا سید محمد متین ہاشمی

ڈائریکٹر ریسرچ سیل دیال سنگھ لائبریری

لاہور

اسلامی حدود کے نفاذ کے عمل۔ مبادیات اور اسلامی قانون جرم و سزا کے فلسفہ پر

ایک مختصر مگر پر مغز کتاب۔ وکلا اور قانون دان طبقہ کے لیے معلومات

کا ایک بیش بہا خزانہ۔ قیمت ۱۲ روپے

© rasailojaraid.com